UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224204
UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—43—30-1-71—5,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٨٢٢ Accession No. U 667

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

شیکسپیر کی شہرہ آفاق تمثیل

رُومیو جولیٹ

مترجمہ

جناب مولانا محمد عنایت اللہ صاحب دہلوی، بی۔ اے

(سابق ناظم دارالترجمہ حیدرآباد دکن)

HYDERABAD-7

اشخاصِ ڈراما

اسکالس:- بادشاہ ویرونہ۔

پاریس:- خاندان شاہی کا ایک نوجوان- بادشاہ ویرونہ کا قرابت دار

مونتیگ
کپولت] دو خاندانوں کے سردار جو آپس میں سخت عداوت رکھتے تھے

کپوت:- امیر کپولت کا بڈھا عزیز۔

رومیو:- امیر مونتیگ کا اکلوتا بیٹا۔

مرکیتو:- بادشاہ ویرونہ کا عزیز اور رومیو کا دوست۔

تائی بلت:- بیگم کپولت کا بھتیجا۔

پادری لارنس:-
پادری یوحنا:-] مسیحی طبقہ فرانسس کے پادری

بلتھازر:- رومیو کا ملازم۔

سیمسن:-
گریگوری:-] امیر کپولت کے ملازمین۔

پطرس:- جولیت کی دایہ کا ملازم۔

ابراہام:- امیر مونتیگ کا ملازم۔

ایک عطار:-

تین میوزیکانچی:-

ایک غلام:- نواب پاریس کا۔

بیگم مونتیگ:- نواب مونتیگ کی بیوی۔

بیگم کپولت:- امیر کپولت کی بیوی۔

جولیت:- امیر کپولت کی اکلوتی بیٹی۔

جولیت کی دایہ:-

ویرونہ کے اہل شہر- مرد اور عورتیں- دونوں دشمن خاندانوں کے لوگ

مصنوعی چہرے لگانے والے- محافظ اور پاسبان-

ملازم و خدمت گار- مل کر گانے والوں کا طائفہ-

شہر جہاں ڈراما کے منظر واقع ہوئے- ویرونہ اور منتوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

RABAD-7

رومیو جولیئٹ

تمہید

ویرونہ کے پُرفضا شہر میں جہاں ہمارے اس ناٹک کے منظر واقع ہوتے ہیں دو مشہور گھرانے دولت اور مرتبہ میں برابر رہا کرتے تھے۔ ان میں قدامت سے ایسی دشمنی چلی آتی تھی کہ بار بار نئے نئے نزاعات برپا ہوتے اور ان میں شہر والے اپنے ہی ہاتھوں کو اپنے ہی ہم وطنوں کے خون سے رنگ کرنا پاک کیا کرتے اب خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان دونوں دشمن گھرانوں میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایسے پیدا ہوئے کہ اُن کی تیرہ بختی نے دونوں میں عشق پیدا کر دیا۔ انہی دونوں کے عشق و اُلفت کی دردناک اور واجب الرحم داستان کا انجام یہ ہوا کہ دونوں نے جان دے کر اپنے ماں باپ کی دشمنی کا خاتمہ کر دیا۔ اُن کے عشق کے خوفناک حالات اور اُن کے والدین کی باہمی عداوت کا جاری رہنا وہ باتیں ہیں جنہیں بجز ان کی اولاد کی موت کے دوسری چیز دور نہ کر سکتی تھی۔ بس یہی حالات اُس وقت کے ہم اپنے اسٹیج پر تین گھنٹے کے لئے دکھاتے ہیں۔ اگر آپ نے انھیں غور سے سُنا تو جو خامیاں معلوم ہوں گی ہم ان کی اصلاح کی کوشش کریں گے

جزو اوّل

پہلا منظر

شہر ویرونہ کا ایک شارع عام

سیمسن اور گریگوری جن کا تعلق کیپولٹ کے گھرانے سے ہے تلواریں اور پرتلے لگائے آتے ہیں

سیمسن:۔ اب زیادہ ذلت برداشت کرنے کی تاب نہیں

گریگوری:۔ درست ہے۔ کیونکہ اب اگر ذلت اور اٹھائی تو سوائے رُسوائی اور رُوسیاہی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

سیمسن:۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر غصہ آگیا تو پھر ہم ہیں اور تلوار ہے۔

گریگوری:۔ اگر جینا ہی منظور ہے تو پھر غصہ ہی کیوں آئے

سیمسن:۔ لیکن جب تلوار ہاتھ میں ہوتی ہے تو غصہ آنے میں دیر نہیں لگتی۔

گریگوری:۔ لیکن پُھرتی سے تلوار چلانے میں آپ کو غصہ ہی کب آتا ہے

سیمسن :- اگر مونتیگ کے گھرانے کا ایک کتا بھی دیکھ لیتا ہوں تو غصہ کے مارے بُری کیفیت ہو جاتی ہے۔

گریگوری :- بجا ہے غصہ کرنے کے معنی تو یہی ہوتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں کو بھی جنبش دی جائے۔ بہادری کا مطلب تو یہی ہے نا کہ انسان دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ جائے۔ مگر جب آپ کو غصہ آتا ہے تو آپ بھاگتے کیوں نظر آتے ہیں۔

سیمسن :- اس خاندان کا تو ایک پلّہ بھی مجھے دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جانے پر مجبور کرتا ہے۔ مونتیگ والوں میں کا چاہے مرد ہو چاہے کنواری لڑکی ہو جہاں دیکھا بس یہی جی چاہتا ہے کہ انھیں پیچھے ہٹاتے ہٹاتے دیوار میں جا اڑاؤں۔

گریگوری :- اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم بڑے بودے آدمی ہو۔ کیونکہ کمزور ہی دیوار میں اڑائے جاتے ہیں۔

سیمسن :- یہ سچ ہے۔ چونکہ عورت کمزور ہوتی ہے اس لئے وہی دیوار میں اڑائی جاتی ہے۔ بس میں مونتیگ کے مردوں اور اس کی کنواری بیٹیوں کو دیوار میں جا اڑاؤں گا

گریگوری :- جھگڑا تو سارا ہمارے آقاؤں اور اُن کے نوکروں میں ہے۔

سیمسن :- آقا ہو یا نوکر بات ایک ہی ہے۔ دیکھنا میں اُن کے حق میں کیسا ظالم اور موذی ثابت ہوتا ہوں۔ مردوں سے لڑوں گا اور کنواریوں کا خون خرابہ کروں گا۔

گریگوری :- تلوار کھینچ لو۔ مونتیگ والوں میں کے دو آدمی ادھر آرہے ہیں۔

سیمسن :- تلوار تو میں نے پہلے ہی سونت رکھی ہے۔ کوئی بات چھیڑ کی نکالو۔ پھر میں تمھاری مدد کے لئے تیار ہوں۔

گریگوری :- مدد کروگے یا پیٹھ دکھا کر بھاگوگے؟

سیمسن :- میری کسی بات سے ڈرو نہیں۔

گریگوری :- ہاں واللہ تمھاری کسی بات سے تو نہیں۔ مگر تم سے ڈرتا ہوں۔

سیمسن :- جو کچھ کرو اس طرح کرو کہ قانون ہماری طرف رہے جھگڑا انھیں سے شروع ہونے دو۔

گریگوری :- جب میں اُن کے پاس سے نکلوں گا تو تیوری پر بل ڈالے نکلوں گا۔ اس سے جو مطلب وہ چاہیں نکالیں۔

سیمسن - ہاں جو چاہیں سو سمجھیں۔ میں تو ہاتھ کا انگوٹھا دکھا کر اُسے چبانے لگوں گا۔ اگر وہ اس بات کو پی گئے تو پھر اُن کی ذلت اور رسوائی میں کسے شک رہے گا۔

(ابراہام اور بلتھازر آتے ہیں)

ابراہام :- کیا ہمیں انگوٹھا دکھا کر چباتے ہو؟

سیمسن :- ہاں جناب میں اپنا انگوٹھا چباتا ہوں۔

ابراہام :- کیا یہ حرکت آپ ہمیں دیکھ کر کرتے ہیں؟

سیمسن :- (گریگوری سے علیحدہ کہتا ہے) ذرا بتاؤ تو اگر "ہاں" کہتا ہوں تو قانون ہماری ہی طرف رہتا ہے نا؟

گریگوری :- نہیں۔

سیمسن :- نہیں جناب۔ میں آپ کی طرف انگوٹھا دکھا کر نہیں چبا رہا ہوں۔ مگر چباتا ضرور ہوں

گریگوری :- تو کیا جھگڑا ہی کرنا منظور ہے۔

ابراہام :- نہیں۔ میرا ارادہ جھگڑا کرنے کا نہیں ہے۔

سیمسن :- اگر جھگڑا ہی کرنا چاہتے ہو تو میں آپ کے لئے بہت ہوں۔ میں بھی ایسے ہی بڑے آقا کا ملازم ہوں جیسے کہ آپ اپنے آقا کے نوکر ہیں۔

ابراہام :- نہیں آپ کا آقا میرے آقا سے بہتر نہیں ہے۔

گریگوری :- نہیں۔ یہ کہئے کہ ہمارا آقا آپ کے آقا سے بہتر ہے۔ لیجئے وہ ہمارے آقا کا ایک عزیز آرہا ہے۔

سیمسن :- اس میں ذرا شبہ نہیں کہ ہمارا آقا آپ کے آقا سے بڑھیا آدمی ہے۔

ابراہام :- تم جھوٹے ہو۔

سیمسن :- اگر مرد ہو تو دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ گریگوری ذرا دیکھنا کیسا بانکا ہاتھ لگاتا ہوں۔

(دونوں لڑنے لگتے ہیں)

(مونتیگ کا ایک عزیز بنوالیو آتا ہے)

بنوالیو :- ارے احمقو۔ علیحدہ کیوں نہیں ہو جاتے تلواریں نیام میں کرلو۔ کچھ سمجھتے بھی ہو کہ یہ کیا حرکت ہے۔

(بنوالیو اپنی تلوار کا ایک ہاتھ لگا کر دونوں کی تلواریں زمین پر گرادیتا ہے)

(تائی بلت آتا ہے)

تائی بلت :- ارے بنوالیو کیا تو ان جاہل گنواروں پر تلوار کھینچے کھڑا ہے۔ میری طرف دیکھ۔ اور موت کا منتظر ہو جا۔

بنوالیو:- میں تو ان لڑنے والوں میں بیچ بچاؤ کرنے آیا تھا۔ آپ اپنی تلوار نیام میں کرلیں۔ یا پھر میری طرح ان لوگوں میں ملاپ کرانے کی کوشش کریں۔

تائی بلت:- ننگی تلواریں تو ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ اور مصالحت تیری زبان پر۔ مجھے تو اس میل ملاپ سے اتنی ہی نفرت ہے جیسے کسی کو دوزخ کی آگ سے ہو۔ مونٹیگ کے گھرانے کے ہر متنفس سے جانی عداوت رکھتا ہوں۔ مگر تجھ سے مجھے خاص دشمنی ہے۔ بزدل دیکھ اس طرح وار کرتے ہیں۔

(دونوں لڑتے ہیں)

[دونوں خاندانوں کے بہت سے آدمی اس دنگے فساد میں شریک ہونے آجاتے ہیں۔ علاوہ اس کے اکثر شہر والے بھی لکڑیاں لاٹھیاں لئے شامل ہوتے ہیں۔]

پہلا شہر والا:- ارے نیزے۔ لاٹھیاں۔ برچھے کہاں ہیں۔ مارو۔ خوب پیٹو۔ مار کر انھیں گرادو۔ کپولٹ اور مونٹیگ والوں کو اتنا ٹھونکو کہ گر کر پھر نہ اٹھیں۔

(امیر کپولٹ شب خوابی کا لباس پہنے مع بیگم کپولٹ کے آتا ہے)

کپولٹ:- یہ شور کیسا ہے۔ ذرا میری بھی تلوار تو لانا۔

بیگم کپولٹ:- تلوار مانگنے کی جگہ اگر سہارا لے کر چلنے کی لکڑیاں منگواتے تو ایک بات بھی تھی۔ بھلا تم میں اب تلوار چلانے کی جان ہے؟

امیر کپولٹ:- ہاں۔ ہاں۔ میں تلوار مانگتا ہوں۔ بڈھا امیر مونٹیگ کبھی میرے آدمیوں کے سروں پر تلوار پھراتا گیا ہے۔

(امیر مونٹیگ اور بیگم مونٹیگ آتے ہیں)

بیگم مونٹیگ:- نہیں۔ نہیں تمھیں دشمن سے لڑنے کے لئے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیا جائے گا۔

(بادشاہ ویرونہ مع خدم وحشم کے آتا ہے)

بادشاہ:- ارے مفسدو۔ اری سرکش رعایا۔ امن و امان کی دشمن۔ عیسائیوں کے خون سے اپنی تلواریں ناپاک کرنے والو۔ تم آدمی ہو یا جانور۔ اپنی ہی رگوں سے خون کی دھاریں نکلوا کر اپنے ہی قہر وغضب کی آگ کو بجھاتے ہو۔ اگر شکنجوں اور اعضا شکن آلوں کا خوف ہے تو اپنے خونی ہاتھوں سے ان موذی ہتھیاروں کو زمین پر پھینک دو۔ اور اپنے غضبناک بادشاہ کا حکم سنو۔ بڈھے کپولٹ اور بڈھے مونٹیگ سنو۔ تین مرتبہ خفیف سے خفیف بات پر اسی قسم کے دنگے فساد برپا ہوچکے ہیں جنھوں نے شہر کے گلی کوچوں کے امن وامان میں خلل ڈالا ہے۔ ویرونہ کے بڑے بوڑھوں کو اپنے عصاؤں اور چھڑیوں کی جگہ کانپتے ہاتھوں میں ہتھیار اٹھانے پڑے ہیں۔ اور ہتھیار بھی وہ جو مدت کے امن امان سے زنگ خوردہ ہوچکے تھے۔ تاکہ تمھاری اس عداوت کو جو سرطان کے زخم کی طرح تمھیں غارت کئے ڈالتی ہے دور کریں۔ اور پھر تم نے ہمارے شہر کے گلی کوچوں میں نقض امن کیا تو ایسی سخت سزائیں تمھیں دی جائیں گی جن میں ممکن ہے کہ تمھیں اپنی جانیں تک دینی پڑیں۔ اس مرتبہ ہم اور درگذر کرتے ہیں۔ تم سب اپنے اپنے گھروں کو جاؤ۔ تم کپولٹ میرے ساتھ آؤ۔ اور مونٹیگ آج ہی سہ پہر کو تم وہاں حاضر ہو جہاں ہم مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے ہیں۔ تاکہ اس مقدمہ میں تجویز تمھیں سنائی جائے۔ اگر جانیں پیاری ہیں تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو فوراً چلے جائیں۔

[سب لوگ چلے جاتے ہیں۔ صرف امیر مونٹیگ۔ بیگم مونٹیگ اور بنوالیو رہ جاتے ہیں]

مونٹیگ:- اس پرانے فساد کو پھر کس نے تازہ کیا؟ بنوالیو جب فساد شروع ہوا ہے تو تم تو یہیں تھے۔ بتاؤ کیا بات تھی؟

بنوالیو:- آپ کے دشمن کپولٹ کے نوکر اور آپکے نوکر میرے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی خوب زور شور سے لڑ رہے تھے۔ میں تلوار کھینچ کر اس غرض سے پہنچا کہ انھیں کسی طرح علیحدہ کردوں کہ اتنے میں تائی بلت غصے اور غضب میں بھرا ہاتھ میں ننگی تلوار لئے لڑنے پر آمادہ وہاں آن پہنچا۔ تلوار زن زن کرکے اپنے ہی سر پر پھراتا تھا۔ لیکن بجز اس کے کہ یہ آواز خود اُس کی تحقیر وتذلیل کرے اور کوئی نقصان کسی کو نہیں پہنچاتی تھی۔ جب ہم دونوں تلوار کے ہاتھ چلانے لگے اور اور لوگ بھی اپنے اپنے فریق کی طرف سے لڑنے میں مصروف ہوئے تو اتنے میں بادشاہ ویرونہ تشریف لے آئے۔ اور انھوں نے دونوں فریقوں کو جدا کردیا۔

بیگم مونٹیگ:- ارے کوئی یہ تو بتائے کہ میرا رومیو کہاں ہے۔ بنوالیو تم نے کہیں اسے آج دیکھا ہے۔ مجھے تو

بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ اس فساد میں وہ شریک نہ تھا۔

بنوالیو:۔ بیگم صاحبہ آج ہی صبح کو طلوع سے دو گھنٹے پہلے جب کہ دن نکلنے کے سب خوشی سے منتظر تھے، آفتاب نے اپنے زریں غرفے سے جھانکا ہی تھا کہ میں مضطرو پریشان چہل قدمی کو اپنے گھر سے نکلا۔ دیکھا تو شہر کے مغرب کی جانب شہتوتوں کا جو جھنڈ کھڑا ہے وہاں آپ کے صاحبزادے بہت سویرے سے ٹہل رہے ہیں۔ میں ان کی طرف بڑھا۔ مگر میری آہٹ پاتے ہی وہ کترا کر پاس کے ایک جنگل کے گھنے درختوں میں چلے گئے۔ میں نے اپنی طبیعت کے اندازے سے ان کا میلانِ خاطر معلوم کر لیا۔ کہ اس وقت وہ تنہائی چاہتے ہیں۔ پس میں نے ان کا خیال نہ کیا اور اپنی طبیعت کا پابند ہو کر اُن سے بچ کر چلا جو مجھ سے بچ کر نکلے تھے۔

مونتیگ:۔ اکثر صبح کے وقت وہیں اسی حال میں لوگوں نے اُسے دیکھا ہے کہ رو رو کر آنسوؤں کے موتی شبنم کے قطروں میں ملا رہا ہے۔ اور سینے سے اتنی آہیں کھینچتا ہے کہ آسمان پر بادل پر بادل اُمڈے چلے آتے ہیں۔ لیکن جونہی آفتاب نے عروس صبح کی مسہری سے سیاہ پردے ہٹانے شروع کئے تو میرا یہ غمزدہ فرزند روشنی سے بچ کر تنہا اپنے کمرے میں آ کر دروازے۔ کھڑکیاں سب بند کر کے دن کی جگہ اپنے لئے اندھیری رات بنا لیتا ہے۔ غرض اس سے ظاہر ہے کہ وہ کس قدر دلگیر اور افسردہ خاطر رہنے لگا ہے۔ تاوقتیکہ خوش صحبت و زندہ دلی نصیب نہ ہو یہ حالت دور نہیں ہو سکتی۔

بنوالیو:۔ عم بزرگوار۔ اس حالت کا کوئی سبب بھی آپ کو معلوم ہے؟

مونتیگ:۔ نہیں۔ نہ مجھے کوئی سبب معلوم ہے اور نہ خود اُس نے مجھے کچھ بتایا۔

بنوالیو:۔ کیا آپ نے اُس کے حال سے کسی طرح بھی واقف ہونے کی کوشش کی؟

مونتیگ:۔ میں نے خود اور اُس کے رازدار دوستوں نے اُس کی اس حالت کا سبب دریافت کرنا چاہا۔ لیکن معلوم یہی ہوا کہ بجز اپنے دل کے اس کا کوئی مشیر و صلاح کار نہیں۔ اس کی خبر نہیں کہ یہ مشیر و صلاح کار دل اُس کا سچا دوست ہے بھی یا نہیں۔ لیکن اُس نے اپنے حال کو ایسا راز سربستہ بنا رکھا ہے کہ کسی طرح اس کا افشا ہونا ممکن نہیں۔ اور حالت پوچھئے تو یہ ہے کہ جیسے کلی کو پیشتر اس سے کہ پھول بن کر اپنی پنکھڑیوں کا حسن اور جمال ہوا اور روشنی میں دکھائے کیڑا لگ گیا ہو۔ اگر ہمیں دریافت ہو جائے کہ کیوں اُس کی طبیعت اتنی افسردہ اور گری رہتی ہے تو ہم جان و دل سے اس کا تدارک کریں۔

(رومیو آتا ہے)

بنوالیو:۔ دیکھئے وہ رومیو اِدھر آ رہے ہیں۔ اگر آپ یہاں سے ٹل جائیں تو میں اُن سے پوچھوں کہ کیوں آپ اس قدر غمزدہ اور افسردہ خاطر رہتے ہیں؟ اور اگر انھوں نے نہ بتایا تو میں حقیقت حال معلوم کرنے میں اصرار اور کوشش سے باز نہ آؤں گا۔

مونتیگ:۔ کاش ہم اتنے خوش قسمت ہوتے کہ تم یہاں چند روز قیام کر کے اس کے دل کا حال معلوم کرتے۔ آؤ بیگم ہم یہاں سے چلے چلیں۔

(مونتیگ اور بیگم مونتیگ چلے جاتے ہیں)

بنوالیو:۔ بھائی جان۔ صبح کا سلام قبول ہو۔

رومیو:۔ کیا ابھی تک صبح ہے؟

بنوالیو:۔ جی ہاں۔ ابھی نو بجے ہیں۔

رومیو:۔ اے افسوس! رنج کی گھڑیاں بھی کس مصیبت سے گذرتی ہیں۔ کیا جو صاحب ابھی یہاں سے گئے ہیں وہ میرے والد تھے؟

بنوالیو:۔ جی ہاں وہی تھے۔ رومیو کچھ بتاؤ تو وہ کیا رنج ہے جس کی وجہ سے تمھارا وقت کاٹے نہیں کٹتا۔

رومیو:۔ وہی چیز جو پاس نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ گریز کرتی رہتی ہے۔

بنوالیو:۔ تو کیا عشق کا آزار لگا؟

رومیو:۔ نہیں عشق نہیں۔

بنوالیو:۔ پھر تو کیا آپ کا مطلب عشق ناکام سے ہے؟

رومیو:۔ ہاں جس سے عشق ہے اُس کی بے توجہی کا غم ہے۔

بنوالیو:۔ عشق۔ افسوس! اے عشق تو دیکھنے میں تو کیسا مہربان ہے۔ مگر جب تجھ سے پالا پڑتا ہے تو تو کیسا ظالم و جفاکار ثابت ہوتا ہے!

رومیو: ہائے۔ جس عشق کی صورت چھپی ہو وہ بغیر آنکھوں کے بھی اپنے قصد اور ارادے کی راہیں دیکھ لیتا ہے۔ آج مجھے کھانا کہاں کھانا ہوگا۔ ہائیں۔ یہ کیا۔ کیا لڑائی یہیں ہوئی تھی۔ آپ نے تو کچھ بتایا ہی نہیں۔ مگر مجھے سارا حال معلوم ہے۔ گو عداوت پرانی ہے۔ مگر عشق و محبت کا دخل بھی ہو چلا ہے عشق و عداوت کی اس متضاد حالت میں عشق کو فتنہ زا اور عداوت کو عشق آفریں کہنا پڑتا ہے۔ عشق کے پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوا کرتی۔ اسے لطافتِ کثیف۔ اے نخوتِ منکسر حُسن کے تناسب بدنما۔ سینے سے بھاری پر نازک۔ روشن دخان سا۔ آتشِ سرد۔ تندرستی بیمار۔ دائمی خواب بیدار۔ جو کچھ تو ہے وہ نہیں ہے۔ ہائے وہ عشق جس میں عشق نہ ہو۔ بھائی جان کیا تم میری ان باتوں پر ہنستے نہیں۔

بنوالیو: بھائی ہنسنا کیسا۔ میں تو روتا ہوں۔

رومیو: روتے کس بات پر ہو؟

بنوالیو: تمھارے مظلوم دل پر جو ظلم اس وقت ہو رہا ہے اس پر روتا ہوں۔

رومیو: دل کے اس ویرانے میں تو بھاری پتھروں کی طرح آلام کے ڈھیر لگے ہیں۔ اگر تم نے اپنا غم بھی اس دل کے حوالے کیا تو پھر میرے غموں کی انتہا نہ رہے گی۔ عشق کا جو حال تم بتاتے ہو وہ میرے غموں کو اور بڑھاتا ہے۔ عشق ٹھیک غبار ہے جسے آہوں نے پیدا کیا ہے۔ جب یہ غبار دب جاتا ہے تو پھر آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ اگر اس عشق میں کوئی چیز مانع و مزاحم ہو تو پھر عاشق کے آنسو ایک سیل بن جاتے ہیں۔ اس کے سوا اور کس چیز سے تشبیہ دوں عشق ایک جنون ہے جس میں بہت کچھ ہوش اور تمیز موجود ہے کبھی وہ ایک تلخ دوائی کی طرح حلق سے اُترنی مشکل ہوتی ہے۔ کبھی وہ مربہ لذیذ کا پھل ہوتا ہے جس میں شیرینی مدت تک قائم رہتی ہے۔

بنوالیو: گھبراؤ نہیں۔ میں تمھارے ساتھ رہوں گا۔ اگر میرا ساتھ رہنا تم نے نہ چاہا تو مجھ پر ظلم کروگے۔

رومیو: نہیں۔ میں اپنی خودی کو گم کر چکا ہوں۔ میں یہاں نہیں ہوں۔ رومیو یہاں نہیں ہے۔ کہیں اور ہے۔

بنوالیو: اس حالت رنج و غم میں کچھ بتاؤ تو کس سے عشق ہوا ہے؟

رومیو: کیا واقعی انھیں کھینچ کر بتاؤں کہ کس پر عاشق ہوا ہوں؟

بنوالیو: آہیں نہ بھرو۔ صرف حالت غم میں بتاؤ کہ کس سے عشق ہوا ہے؟

رومیو: غضب کے قدر انداز ہو۔ سنو جس سے عشق ہوا ہے وہ نہایت ہی حسین ہے۔

بنوالیو: اگر نشانہ لگانا آتا ہو تو تیر ہدف پر پہنچنے میں دیر نہیں کرتا۔

رومیو: مگر یہاں نشانہ خطا ہی گیا سمجھئے۔ وہ ایسی نہیں ہے کہ خدائے عشق کیوپڈ کا تیر بھی اس پر ٹھیک لگ سکے۔ اس میں تو ڈیانا دیوی کی سی عقل موجود ہے۔ اور حفظ عفت کے لئے وہ کامل طور پر مسلح ہے۔ خدائے عشق کی کمان اپنا تیر اس تک نہیں پہنچا سکتی عشق و الفت کے قلعے میں کوئی عاشق اُسے محصور نہیں کر سکتا۔ اور نہ کسی عاشق کی حملہ آور نگاہیں اس پر حملہ کر سکتی ہیں اور نہ وہ اس دولت کے لئے اپنا دامن پھیلا سکتی ہے جو بڑے بڑے پارساؤں کو بھی پرچا لیتی ہے جس کی دولت کی اس کے پاس انتہا نہیں۔ افلاس اگر ہے تو اس میں ہے کہ جب دُنیا سے رخصت ہوگی تو حسن کی یہ دولت بھی اس کے ساتھ رخصت ہو جائیگی

بنوالیو: تو کیا قسم کھائی ہے کہ ہمیشہ بن بیاہی رہے گی۔

رومیو: ہاں مگر اس قسم میں سخت نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ جب عشق کو اس سختی کے ساتھ فاقہ کشی سے مارا جائے گا تو پھر اولاد سے اپنے حسن کو محروم رکھے گی۔ وہ نہایت حسین و جمیل ہے۔ اور حسن و جمال کے ساتھ عقل و ہوش بھی بہت رکھتی اگر باوجود عقل اور حسن رکھنے کے اُس نے مجھے ناامید رکھا تو پھر اُسے برکت نصیب نہ ہوگی۔ اُس نے تو قسم کھائی ہے کہ کسی سے عشق نہ کرے گی۔ اس قسم نے مجھ جیسے کو اور بھی بے جان کر دیا اگر جیتا بھی ہوں تو محض اپنا یہ حالِ خراب دیکھنے کو جیتا ہوں۔

بنوالیو: میری بات مانئے۔ اب اسکی یاد کو دل سے بھلا دیجئے

رومیو: تم ہی بتاؤ اُسے کیونکر بھول جاؤں؟

بنوالیو: اپنی نظر کو آزاد کرکے دوسری حسینوں کو دیکھیے۔ اُن کی آزمائش کیجیے۔

رومیو: اس مقابلہ و آزمائش کا نتیجہ یہی ہوگا کہ روز اُن کے حسن کی قدر و قیمت زیادہ کرنے لگوں گا مستورات کے چہروں پر مصنوعی چہرے لگے دیکھتے ہیں تو اگر وہ چہرے سیاہ رنگ

کے ہوئی تو ہم سمجھتے ہیں کہ اُن میں گوری گوری صورتیں چھپی ہیں یعنی اگر میں نے دوسروں کا حسن دیکھا تو مجھ اپنی ہی روزالن یاد آئیگی۔ جو لوگ بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں وہ یہی یاد کر کے کف افسوس ملتے ہیں کہ ہائے کیسی نعمت سے محروم ہو گئے۔ پس اگر میں دوسری مہ جبینوں کے حسن کا مقابلہ کرونگا تو مجھ کتنے رنج اور قلق کیساتھ اپنی حسین ترمہ جبیں کی صورت یاد آئیگی۔ وہ تو حسن و رعنائی میں سب سے بازی لے گئی ہے۔ اچھا خدا حافظ۔ آپ مجھ کو کسی کو بھول جانا سکھا نہیں سکتے۔

بنوالیو:- میں تو سب چیز آپکو سکھا کر رہوں گا۔ ورنہ سمجھئے کہ آپکا قرضدار مروں گا۔

(چلا جاتا ہے)

دُوسرا منظر

(شہر کی ایک گلی)

(امیر کپولٹ۔ پارلیس اور ایک ملازم آتا ہے)

کپولٹ:- حفظ امن کے لئے مجھ کو بھی مونتیگ کی طرح ضمانت لی گئی ہے۔ یعنی دونوں کی سزا ایک ہی سی ہے میرے خیال میں تو ہم بڈھوں کے لئے جب کہ حفظ امن وہ آسانی سے قائم رکھ سکتے ہیں یہ سزا کچھ سخت نہیں ہے۔

پارلیس:- آپ دونوں بزرگ بڑی عزت والے لوگ ہیں افسوس تو اس کا ہے کہ آپ میں عداوت اتنی مدت سے کیوں چلی آتی ہے۔ فرمائیں کہ جناب کو میرے مقدمہ میں کیا کہنا ہے؟

کپولٹ:- وہی جو پہلے کہہ چکا ہوں۔ میری بیٹی دُنیا کی باتوں سے اب تک اجنبی ہے۔ اس کا سن اس وقت صرف ۱۴ برس کا ہے۔ دو برس اور گذر لینے دیجئے۔ پھر میں سمجھونگا کہ وہ دلہن بننے کے قابل ہو گئی ہے۔

پارلیس:- لڑکیاں تو اس سے بھی کم سنی میں صاحب اولاد ہو جاتی ہیں۔

کپولٹ:- تو پھر اُن کی شادیاں اور بھی کم سنی میں ہوتی ہوں گی۔ میری کل امیدیں اس لڑکی سے وابستہ ہیں۔ اور میرے کل مال و جائیداد کی وہی وارث ہے۔ شریف پارلیس تم اُس سے ملتے جلتے رہو۔ اُس کے دل پر قابو پانے کی کوشش کرو رہی میری رضامندی تو وہ اسی کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ رضامند ہوئی تو میری مرضی اور خوشی بھی اُسی کے ساتھ ہے۔ آج شب کو ایک پُرانے دستور کے مطابق ہمارے ہاں ضیافت ہے۔ اس میں ایسے مہمانوں کو جن سے مجھے دلی تعلق ہے میں نے مدعو کیا ہے۔ آپ بھی اُن میں سے ایک ہیں۔ آپ کے تشریف لانے سے جو ہر حال میں ہمارے لئے موجب مسرت ہے ہمارے مہمانوں کی تعداد میں اعلیٰ ترین اضافہ ہوگا۔ اور آج شب کو میرے غریب خانے پر آپ اُن ستاروں کو جگمگاتا دیکھیں گے جن کی روشنی سے یہ تاریک آسمان بھی نورانی ہو جائے گا۔ اور خوشرو البیلے جوان وہ مسرت محسوس کریں گے جو سست رفتار موسم سرما کے بعد گل افشاں موسم بہار کے آنے سے ہوتی ہے۔ اور آج ہی شب کو آپ میرے گھر میں ان جوان حسینوں کا جوبن دیکھیں گے جس کی کلیاں ابھی ناشگفتہ ہیں سب کی باتیں سُنئے۔ سب کا حسن و جمال دیکھئے۔ اور اس کو سب سے زیادہ پسند کیجئے جو سب سے زیادہ قابل پسند ہو جب آپ بہت سی حسین صورتوں کو دیکھیں گے جن میں ایک میری بیٹی بھی ہوگی تو پھر آپ فیصلہ کر سکیں گے کہ کس کو حسن میں اول درجہ دیں چونکہ مہ جبینیں وہاں کثرت سے ہوں گی۔ اس لئے میری بیٹی کسی شمار میں نہ ہوگی۔ آیئے میرے ساتھ چلئے۔

(کپولٹ اپنے ایک ملازم کو ایک پرچہ دے کر کہتا ہے:-)

ویرونہ کے شہر میں چکر لگا کر ان لوگوں کو دریافت کرو جن کے نام اس پرچے میں درج ہیں۔ اور جب اُن سے ملاقات ہو تو عرض کرو کہ میرا غریب خانہ اور آپ کا خیر مقدم آپ کی خوشی اور مرضی پر ہے۔

(کپولٹ اور پارلیس چلے جاتے ہیں)

نوکر:- میں اُن لوگوں کو دریافت کروں جن کے نام اس پرچہ میں لکھے ہیں۔ مجھے تو اس میں یہی لکھا معلوم ہوتا ہے کہ موچی اپنے گز سے۔ درزی اپنی اوگی سے۔ ماہی گیر اپنے جال سے اور نقاش اپنے موقلم سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ رکھیں۔ مجھے ان لوگوں کو تلاش کرنا بھی ہے جن کے نام اس کاغذ میں لکھے ہیں۔ واہ واہ کوئی دن جاتا ہے کہ میں بھی ایک بڑا قابل پڑھا لکھا آدمی ہو جاؤں گا۔

(بنوالیو اور رومیو آتے ہیں)

بنوالیو:- آپ بھی کچھ یونہی ہیں۔ اجی جناب ایک آگ دوسری آگ کو بجھا دیتی ہے۔ ایک درد دوسرے درد کو کم کر دیتا ہے۔ اپنے غم کا علاج دوسرے کے غم کو دیکھ کر ہو جاتا ہے آنکھ میں اگر کوئی نیا عارضہ پیدا ہو تو وہ پُرانے زہر کو زائل کر دیتا ہے۔

رومیو:۔ سُنا ہے کہ کیلے کا پتہ مجرب علاج ہے۔

بنوالیو:۔ کس مرض کا مجرب علاج ہے۔

رومیو:۔ اگر کسی کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔

بنوالیو:۔ خیر سے آپ کچھ پاگل تو نہیں ہو گئے۔

رومیو:۔ دیوانہ تو نہیں ہوں۔ مگر ایک دیوانے سے زیادہ معذور و مجبور ہوں۔ ہر وقت قید میں رہتا ہوں۔ کھانے کو کچھ ملتا نہیں۔ تازیانے اور کوڑے کھاتا ہوں۔ طرح طرح کی اذیتیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ . . . . . . اچھا جناب کو سلام۔ آپ تو خوب آدمی نکلے۔

نوکر:۔ مہربانی فرما کر یہ تو بتایئے کہ آپ کو پڑھنا آتا ہے؟

رومیو:۔ ہاں مصیبت میں اپنی تقدیر کو پڑھنا آتا ہے۔

نوکر:۔ یہ چیز تو آپ نے کتاب کا سبق لئے بغیر سیکھی ہوگی۔ میرا سوال تو صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی کاغذ آپ کے سامنے رکھا جائے تو آپ اُسے پڑھ دیں گے؟

رومیو:۔ ہاں اگر اس کے حروف جانتا ہوں گا۔ اور زبان بھی سمجھتا ہوں گا تو پڑھ دوں گا۔

نوکر:۔ واللہ۔ بات آپ نے ایمان کی کہی۔ سلامت رہیئے۔ بندہ رخصت ہوتا ہے۔

رومیو:۔ جاتے کہاں ہو۔ دم لو۔ جو کچھ پڑھواؤ گے پڑھ دوں گا

(پرچہ پڑھتا ہے)

"سینور مرتینو۔ مع بیوی اور بیٹیوں کے۔ نواب انسلمی۔ اور ان کی حسین بہنیں۔ وترو بیو کی بیوہ بیگم صاحبہ۔ سینیور پلاسنتیو مع اپنی بھتیجیوں کے۔ مرکیتو مع اپنے بھائی بلنتین کے۔ اور میرے عم بزرگوار کپولٹ مع اپنی بیوی اور بیٹیوں کے۔ میری حسین بھتیجی روزالن۔ لیویا۔ سینیور بلنتیو اور اُن کا عم زاد تائی بلت۔ لوکیو اور حسین ہیلانہ"

یہ مجمع تو حسن و جمال میں یکتائے روزگار ہوگا۔ یہ سب کہاں جمع ہوں گے؟

نوکر:۔ جی اوپر۔

رومیو:۔ اوپر کہاں؟

نوکر:۔ ضیافت میں ہمارے مکان پر۔

رومیو:۔ کس کے مکان پر؟

نوکر:۔ ہمارے آقا کے مکان پر۔

رومیو:۔ واقعی یہ بات تو مجھے پہلے ہی سوچنی چاہیئے تھی۔

نوکر:۔ اچھا تو میں بغیر آپ کے پوچھے بتاتا ہوں کہ ہمارا آقا بڑا امیر کبیر نواب کپولٹ ہے۔ اور اگر آپ نواب مونٹیگ کے گھرانے کے ہوں تو ضرور وہاں تک تکلیف فرمایئے گا۔ اور تھوڑی سی شراب بھی نوش کیجیئے گا۔ خدا آپ سے ہر بلا کو دُور رکھے۔

بنوالیو:۔ یہ ضیافت تو امیر کپولٹ کے ہاں قدیم سے ہوتی آئی ہے۔ وہاں روزالن موجود ہوگی۔ وُہی جس پر آپ کی جان جاتی ہے۔ ویرونہ کی اور حسینیں بھی وہاں اپنے حسن کے جلوے دکھاتی ہوں گی۔ آپ وہاں ضرور جائیں۔ اور روزالن کے چہرے کا مقابلہ کسی اور کے چہرے سے کریں۔ پھر جسے آپ اُجلے پروں والا بط حسین سمجھ رہے ہیں وہ کالا کوا معلوم ہونے لگے گا۔

رومیو:۔ اگر عشق میں میری یہ آنکھیں حسن عقیدت کے ساتھ اس کی پرستش کرنے میں خطا اور غلطی پر نہیں ہیں تو پھر آپ کے آنسو جل جائیں۔ اور یہ آنکھیں بھی جو ہر وقت آنسوؤں میں ڈوبی رہتی ہیں مگر ڈوب کر مرتی نہیں کذابوں کی طرح زندہ جلا دی جائیں میری معشوقہ سے زیادہ حسین دنیا میں کون ہو سکتا ہے۔ اس سورج نے بھی جو سب کچھ دیکھتا ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس جیسا حسین دوسرا نہیں دیکھا۔

بنوالیو:۔ جانیئے بھی۔ آپ نے اس کا حسن اس وقت دیکھا تھا جب کہ کوئی اس کے پاس دوسرا نہ تھا۔ بس وہی صورت آپ کی دونوں آنکھوں میں سما گئی۔ لیکن جب آپ کی نظر دو صورتوں میں توازن قائم کر کے دیکھے گی تو پھر انصاف سے آپ کہہ سکیں گے کہ دونوں میں کونسی صورت زیادہ حسین ہے۔

رومیو:۔ بہتر ہے۔ چلتا ہوں۔ لیکن جس صورت کو آپ کہہ رہے ہیں وہ نظر ہی نہ آئے گی اور میں اپنی ہی معشوقہ کے حسن پر عش عش کروں گا۔

تیسرا منظر

(امیر کپولٹ کے مکان کا ایک کمرہ)

(بیگم کپولٹ اور دایہ آتی ہے)

بیگم کپولٹ:۔ دایہ ذرا میری بچی کو یہاں بُلا دو۔

دایہ :- حضور۔ میں تو اُسے پہلے ہی بُلا آئی ہوں۔ یہ بچی کیا ہے۔ پیاری معصوم قمری معلوم ہوتی ہے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی بُری گھڑی آئے۔ اری لڑکی کدھر چلی گئی۔ جولیٹ، جولیٹ

(جولیٹ آتی ہے)

جولیٹ :- کیوں کیا ہے۔ مجھے کون بُلاتا ہے؟

دایہ :- آپ کی امّاں جان بلا رہی ہیں۔

جولیٹ :- امّاں۔ میں حاضر ہوں۔ کیا حُکم ہے؟

بیگم کیپولٹ :- بیٹی بات یہ ہے (دایہ سے مخاطب ہوکر) دایہ۔ تم تھوڑی دیر کو یہاں سے چلی جاؤ۔ مجھے تنہائی میں اس سے کچھ کہنا ہے۔ تھوڑی دیر میں پھر آجانا۔ مگر نہیں۔ ٹھیری رہو۔ جاؤ نہیں۔ اب خیال آیا کہ اس وقت کی بات چیت میں تمھارا شریک رہنا بھی ضروری ہے۔ دایہ، یہ تو تم بھی جانتی ہو کہ لڑکی خاصی سیانی ہوتی جاتی ہے۔

دایہ :- بیگم صاحبہ! میں تو اس بچی کی عمر اتنی ٹھیک بتا سکتی ہوں کہ ایک گھنٹے کا بھی فرق نہ نکلے۔

بیگم کیپولٹ :- ابھی پوری چودہ کی بھی نہیں ہے۔

دایہ :- چودہ۔ کیا فرمایا۔ شرط سہی جو دہ اتنی ہو۔ اس میں چار کی کسر رہتی ہے۔ ابھی چودہ کی کہاں سے ہوگئی۔ بھلا بتایئے تو اگست کی پہلی میں کتنے دن ہوں گے؟

بیگم کیپولٹ :- پندرہ دن باقی ہیں۔ یا کچھ زیادہ ہوں۔

دایہ :- پندرہ دن ہوں یا زیادہ۔ سنئے۔ اب جو پہلی اگست کی آئے گی اس کی رات کو وہ پورے چودہ کی ہو جائے گی سوسن اور وہ دونوں، خدا سب عیسائیوں کو سلامتی دے، ایک ہی عمر کی تھیں۔ سوسن تو خدا کے ہاں سدھاری۔ میں اس لائق کہاں تھی کہ وہ جیتی رہتی۔ مگر پہلی اگست کی رات کو جیسا کہ ابھی کہہ چکی ہوں جولیٹ پوری چودہ کی ہو جائے گی۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ اب سے دُور امن چین جب آیا تھا تو اس کا دُودھ چھوٹا تھا۔ بھلا میں وہ دن کیوں بھولنے لگی؟ اس دن میں نے اپنی چھاتیوں پر رسوت لگائی تھی۔ کبوتر خانے کی دیوار کے پاس دھوپ میں بیٹھی تھی۔ سرکار اور بیگم صاحبہ اُن دنوں دونوں منتوا گئے ہوئے تھے۔ ہاں۔ ہاں۔ مجھے خوب یاد ہے چھاتی لیتے ہی جب بچی کو رسوت کی کڑواہٹ معلوم ہوئی تو کیسے کیسے منہ بنائے ہیں۔ اور میری چھاتیوں سے کیسی کیسی لڑی ہے۔ اتنے میں زمین لرزنے لگی۔ جب بچی نے دودھ منہ میں لینا چھوڑا تو اس کی ضرورت نہ تھی کہ کوئی ٹخ ٹخ کرکے مجھے وہاں سے نکال دیتا۔ میں خود ہی سمجھ گئی کہ اب دانہ پانی یہاں سے اُٹھ گیا۔ بیگم صاحبہ سمجھ لیجئے کہ اس دن سے آج تک پورے گیارہ برس ہوتے ہیں۔ بے سہارے کھڑی ہونے لگی تھی۔ بلکہ سارے میں دوڑتی پھرتی تھی۔ ایک دن پہلے اس زور سے گری کہ بھوں پھٹ گئی۔ خون نکلنے لگا۔

بیگم کیپولٹ :- اچھا۔ بس بس تالو سے زبان لگاؤ۔

دایہ :- بیگم صاحبہ۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی۔ خدا حضور کو سلامت رکھے۔ رہی یہ بچی تو وہ جیئے لاکھوں برس۔ مجھے تو ایسی پیاری موہنی کو دودھ پلانا کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ اب تو یہی آرزو ہے کہ اس کا بیاہ دیکھوں۔ اس کے سوا دوسری آرزو نہیں

بیگم کیپولٹ :- اس وقت شادی بیاہ ہی کی بات چیت سے اور اسی لئے میں یہاں آ کر بیٹھی ہوں۔ بیٹی جولیٹ کہو شادی کا کیا ارادہ ہے؟

جولیٹ :- یہ عزت تو وہ ہے جو مجھے کبھی خواب میں بھی نظر نہ آئی تھی۔

دایہ :- عزت!! جو مجھ ایسی نے تجھے دودھ نہ پلایا ہوتا تو یہی کہتی کہ یہ عقل تجھے میرے ہی دودھ کی دھاروں سے آئی ہے۔

بیگم کیپولٹ :- اچھا بیٹی۔ اب شادی کا ارادہ کرو۔ اسی ویرونہ میں تم سے کہیں کم عمر لڑکیاں شریف گھرانوں کی بیٹیاں بچوں کی مائیں ہوگئی ہیں۔ اپنا ہی حساب کروں تو تمھاری عمر میں میں تمھاری ماں ہو چکی تھی۔ اب تم جوان ہوئیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ نوجوان بہادر پارس تم سے بیاہ کرنا چاہتا ہے۔

دایہ :- ہاں بیٹی۔ وہ تو بڑا سجیلا جوان ہے۔ صورت شکل کا ایسا اچھا ہے کہ بس کیا پوچھنا ہے؟

بیگم کیپولٹ :- ویرونہ میں تو بہار میں بھی ایسا پھول نہیں نہیں کھلتا۔

دایہ :- ہاں۔ یقین مانو وہ تو پھول ہے پھول۔

بیگم کیپولٹ :- بیٹی۔ پھر کیا کہتی ہو؟ اس شریف زادے سے تمھیں چاہت ہوسکتی ہے یا نہیں۔ آج رات کو ضیافت میں وہ یہاں آئے گا۔ اس کی صورت شکل غور سے دیکھنا۔ بلکہ کتاب کی طرح پڑھنا۔ اور دیکھنا کہ حسن و رعنائی نے اپنے قلم سے اس کے

چہرے پر کیسی مسرت اور شادمانی لکھی ہے۔ چہرے کا نقشہ دیکھنا کہ ہر چیز میں کیسا حسن تناسب ہے۔ اور ہر خد و خال ایک دوسرے سے کیسی مناسبت رکھتا ہے۔ اگر کوئی مشکل حل طلب ہو تو اس کی شرح حاشیۂ چشم میں پڑھ لینا عشق کے ان اوراق پریشان میں افزونی حسن کے لئے اگر کسی بات کی کمی ہے تو یہ کہ ان کی جلد نہیں بندھی ہے۔ ان اوراق کے حسن پریشان کے لئے ان کی شیرازہ بندی ضروری ہے۔ جس طرح سمندر کی خوشنمائی مچھلیوں کے حسن کو بڑھاتی ہے اسی طرح مرد کا حسن جب وہ عورت سے وابستہ ہوتا ہے خوب نکھرتا ہے۔ اگر کوئی چیز اندر سے حسین ہے تو اس کے ظاہر کو بھی حسین بنانے میں انسان کو ناز و فخر ہوتا ہے۔ اس کی اندرونی خوبیاں تمھارے حسن ظاہر سے مکمل ہو جائیں گی۔ وہ کتاب جس میں کوئی زریں مضمون درج ہو اور اس کے قبضے بھی زریں ہوں تو بہت لوگ سونے کے چمکتے قبضوں کو دیکھ کر کتاب کے زریں مضمون کی قدر کرتے ہیں۔ پھر سارے حسن کی بھی وہی قدر شناسی ہوگی جو اس کی اندرونی خوبیوں کی ہوگی۔ اور اس طرح تم بھی اس کی خوبیوں سے حصہ پاؤگی۔ پارِس سے شادی کرنے میں تم کسی بات میں کم نہ رہوگی۔ جواب مختصر دو۔ اگر پارِس تم سے عشق کرے تو تم اس بات کو پسند کروگی یا نہیں؟

جولیٹ:۔ اگر محض دیکھنے سے اُسے پسند کرنے کی تحریک ہوئی تو میں اس نظر سے اُسے دیکھوں گی۔ لیکن جتنی آپ اجازت دیں گی اس سے زیادہ گہری نظر اس پر نہ ڈالوں گی۔

(ایک نوکر آتا ہے)

نوکر:۔ حضور۔ مہمان سب آگئے ہیں۔ کھانا تیار ہے حضور کے سب منتظر ہیں۔ صاحبزادی کو سب پوچھ رہے ہیں۔ ماما کو باورچی خانے میں سب برا بھلا کہتے ہیں۔ کہ کام کے وقت غیر حاضر ہے ہر چیز تیار ہے۔ میں تو کھانا کھلانے جاتا ہوں۔ حضور جلد تشریف لائیں۔

بیگم کیپولٹ:۔ تم چلو۔ ہم آتے ہیں۔

(نوکر چلا جاتا ہے)

جولیٹ۔ نواب پارِس تمھارے منتظر ہیں۔

دایہ:۔ لڑکی۔ جاؤ۔ خوشی کے دنوں کے بعد خوشی کی راتیں نصیب ہوں۔

چوتھا منظر

(ایک گلی)

[رومیو۔ مرکیتو۔ بنوالیو۔ کچھ اور لوگ مصنوعی چہرے لگائے ہوئے آتے ہیں۔ چند مشعلچی اور چند اور آدمی داخل ہوتے ہیں]

رومیو:۔ کیا ناخواندہ مہمان ہونے کی وجہ سے بطور معذرت کے کچھ کہنا پڑے گا۔ یا بغیر کچھ کہے سُنے اندر جانا ہوگا؟

بنوالیو:۔ اب ان باتوں کے سوچنے کا وقت نہیں ہے اور نہ مضمون کو اتنا طول دینا مناسب ہے کہ کیوپڈ آنکھوں پر پٹی باندھے ہاتھ میں تاتاریوں کا سا تیر کمان لئے ایک کوّے اڑانے والے کی طرح عورتوں کو ڈرائے۔ یا پردے کے پیچھے جو آدمی کتاب پڑھ کر ایکٹر کو لقمہ دیتا ہے اس سے اشارہ پاتے ہی فوراً سب کے سامنے اسٹیج پر آجائے۔ ہم تو صرف ناچ میں شریک ہوکر اپنے گھر چلے جائیں گے

رومیو:۔ مجھے تو آپ ایک مشعل دیدیجئے گا۔ مجھ سے ناچا نہ جائیگا۔ دل پر کچھ ایسا اندھیرا سا چھایا ہے کہ میرے لئے تو صرف مشعل برداری کی خدمت کافی ہوگی۔

مرکیتو:۔ نہیں۔ شریف رومیو۔ ہم تمھیں ناچ میں ضرور شریک کریں گے۔

رومیو:۔ نہیں۔ یقین مانئے۔ میں ناچ میں شریک نہ ہوں گا آپ تو ناچ کی جوتیاں پہنے ہیں۔ آپ کے پاؤں پھرتیلے ہیں میرے دل پر تو وہ بھاری پتھر رکھا ہے۔ اور پاؤں میں ایسی بیڑی پڑی ہے کہ ہلنا تک ممکن نہیں۔

مرکیتو:۔ آپ تو عاشق ٹھیرے۔ خدائے عشق سے پر مانگ کے خوب اونچے اُڑئیے۔

رومیو:۔ مجھے تو اسی خدائے عشق نے تیروں سے ایسا چھلنی کر دیا ہے کہ اس کے پر لگا کر بھی پرواز نہیں کرسکتا۔ بجز رنج و افسوس کے دوسری چیز مجھ سے نہیں ہوسکتی۔ عشق کا بھاری بوجھ تو مجھے غم کے سمندر میں ڈبوئے دیتا ہے۔

مرکیتو:۔ کیا ڈوبنے کے لئے عشق کو آپ بھاری پتھر بتاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک نازک طبیعت کے لئے عشق واقعی سنگ گراں ہے۔

رومیو:۔ تو کیا آپ عشق کو لطیف اور نازک سمجھتے تھے؟

نہیں۔ وہ نہایت گراں، وحشی اور خطرناک چیز ہے۔ کانٹے کی طرح ہر وقت دل میں چبھتا رہتا ہے۔

مرکیتو:۔ اگر عشق گراں چیز ہے تو آپ بھی اس کے لئے سخت بن جائیں۔ اور خود کانٹا بن کر اس کے دل میں چبھیں۔ پھر دیکھئے کہ عشق آپ کا کیسا تابعدار بن جاتا ہے۔ ایک چہرہ مجھے بھی دیجئے کہ میں اپنی صورت اُس میں چھپاؤں۔ مجھے پرواہ نہیں کہ کوئی میری طرف دیکھ کر میری صورت کی بدنمائی معلوم کریگا اگر کسی نے میری بدصورتی معلوم بھی کی تو وہ اس مصنوعی چہرے کی ڈراؤنی بھنویں دیکھ کر مجھ سے شرما جائے گا۔

بنوالیو:۔ آؤ۔ دروازے پر دستک دیں اور اندر پہنچیں۔ اور اندر پہنچتے ہی ہر شخص ناچنا شروع کر دے۔

رومیو:۔ مجھے تو ایک مشعل دے دیجئے۔ اُن رندوں کو جو دل کے ہلکے ہیں رقص کی بھل گردشوں میں چکر کھانے دو۔ میں تو پرانے لوگوں کی اس مثل کا مصداق ہوں کہ "شمع ہاتھ میں لئے سب کا تماشا دیکھئے" یہ ناچ جیسا خیال میں اچھا تھا واقعی ایسا اچھا نہیں ہے۔ اب اس کے متعلق کچھ نہیں کہونگا بس خاموش ہو جائیے۔ یہاں تو پہلے ہی سے کام تمام ہو چکا ہے۔

مرکیتو:۔ خاموش ہو جانے کی بھی خوب کہی۔ کیا آپ لکڑی کا کُندہ ہیں کہ سر تک دلدل میں پھنسے ہیں۔ بس آگے چلئے۔ وقت ضائع نہ کیجئے۔ اگر آپ واقعی کسی درخت کا بے جان تنہ ہیں تو ہم آپ کو دلدل میں سے نکال لائیں گے۔ اور دلدل بھی ایسا جس میں آپ کانوں تک دھنسے کھڑے ہیں۔ بس آگے بڑھئے وقت ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔

رومیو:۔ نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔

مرکیتو:۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تاخیر میں وقت ضائع ہوتا ہے اور ہم اپنی روشنیاں مفت میں صرف کرتے ہیں۔ یہ تو دن میں شمع روشن کرنے کے برابر بات ہوئی۔ اگر ہمارے الفاظ کے صحیح معنی لئے جائیں تو غلط فہمی پیدا نہیں ہو سکتی۔

رومیو:۔ مصنوعی چہروں کے اس جلسے میں جانے سے ہماری کوئی بُری غرض نہیں ہے۔ گو وہاں جانا خلاف عقل ضرور ہے عقل اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتی۔

مرکیتو:۔ یہ کیوں؟

رومیو:۔ یہ اس لئے کہ رات میں نے ایک خواب دیکھا تھا

مرکیتو:۔ خواب تو میں نے بھی دیکھا تھا۔

رومیو:۔ اچھا۔ اپنا خواب بیان کیجئے۔

مرکیتو:۔ وہ خواب یہی تھا کہ خواب دیکھنے والے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔

رومیو:۔ بستر پہ چین سے سوتے ہیں۔ اور سچے خواب دیکھتے ہیں۔

مرکیتو:۔ اچھا۔ سُنئے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ملکہ میب جو پریوں کی مشہور بانے والی ہے اور جو سوتوں کے دماغ میں طرح طرح کے خیال پیدا کرکے عجیب و غریب خواب دکھاتی ہے قد و قامت میں وہ ان چھوٹی چھوٹی تصویروں سے زیادہ نہیں جو حاکم شہر کی انگشتری کے نگینے کے حاشیئے پہ نقش ہوتی ہیں۔ اس کے رتھ میں گھوڑوں کی جگہ چھوٹے چھوٹے چمکتے ذرے جُتے ہوتے ہیں۔ اور رتھ چلغوزے کے خالی چھلکے کا ہوتا ہے۔ اور اس رتھ کو وہ سوتے ہوئے آدمی کی ناک پر دوڑاتی ہے۔ پہیوں کے ارے مکڑی کی تپلی تپلی ٹانگوں کے ہیں۔ رتھ کی پوشش پروانے کے نازک پروں کی ہے۔ اور رسّے جن سے رتھ کھنچتا ہے تار عنکبوت کے ہیں۔ اور گھوڑوں کی گردنیاں ماہتاب کی شعاع نرم کی ہیں۔ چابک کا دستہ جھینگر کی ہڈی کا ہے۔ اور اُس میں کوڑا باریک جھلی کو بٹ کر لگایا ہے۔ رتھ بان ایک مچھر یا چھوٹی مکھی ہے جو کالی وردی پہنے ہے اور وہ اتنی ہی بڑی ہے جیسے کسی کام چور ماما کی انگلی کی پھانس ہو رتھ کا پہیا چلغوزے کے چھلکے کو کتر کتر کر گلہری بڑھئی نے بنایا ہے اس کی خبر نہیں کہ گلہری کب سے پریوں کی سواری کے لئے ایسے رتھ تیار کرتی ہے۔ غرض اس حال میں پریوں کی ملکہ عاشقوں کے دماغوں میں راتوں رات اپنا رتھ اُڑائے پھرتی ہے۔ اور عاشقوں کو عشق و محبت کے خواب نظر آیا کرتے ہیں۔ کبھی یہ ملکہ درباریوں کے گھٹنوں پر اپنا رتھ چلاتی ہے۔ اور وہ بڑے بڑے منصب پانے کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔ کبھی وہ حسینوں کے لبوں پر اپنا رتھ ہانک دیتی ہے اور وہ بوسوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ مگر ملکہ میب اس بات سے ایسی ناخوش ہوتی ہے کہ اُن کے لبوں پر آبلے ڈال دیتی ہے۔ کیونکہ اُن کے دہن سے میٹھی میٹھی خوشبو آتی ہے۔ کبھی کبھی وہ کسی امیر یا نواب کی ناک پر اپنا رتھ چلا دیتی ہے تو یہ امیر اپنی اپنی سرکار سے بڑے بڑے انعام و اکرام پاتے ہیں۔ اور

اگر کہیں کسی پادری کی ناک پر اپنا رتھ سرپٹ ڈال دیا تو پھر یہ پادری ترقی اور اضافہ تنخواہ کے خواب دیکھنے لگتا ہے۔ اور جب کبھی کسی سپاہی کی گردن پر وہ اپنی گاڑی چلا دیتی ہے تو پھر اُس سپاہی کو یہی خواب نظر آتے ہیں کہ وہ دشمنوں کے گلے کاٹ رہا ہے۔ کہیں شہر پناہ کی دیوار کو رنجک سے اُڑا کر شہر میں گھُس پڑا ہے۔ کہیں دشمن کو زک دینے کے لئے کمین گاہوں میں بیٹھا ہے۔ کہیں دس دس گز اونچی گھاس اور جھاڑیوں میں دشمن کی تاک میں چھپ کر بیٹھا ہے۔ کبھی اندلسی تلواریں خواب میں نظر آتی ہیں۔ پھر یکایک طبل جنگ کی آواز اس کے کانوں میں آتی ہے اور اس آواز کو سنتے ہی چونک کر بیٹھ جاتا ہے۔ دو چار گالیاں زبان پر لا کر کچھ دُعا پڑھتا ہے اور پھر سو جاتا ہے یہ وہی ملکہ میب ہے جو رات کے وقت گھوڑوں کی مینڈھیاں گوندھ جاتی ہے۔ اُجلے کپڑے پہنے شمع ہاتھ میں لئے اصطبل میں گھستی ہے اور گھوڑوں کی ایال پر شمع کی چربی ٹپکا کر بالوں کے ایسے ایسے گچھے اور گھتھیاں بنا دیتی ہے کہ کسی کے سُلجھائے نہیں سلجھیں غرض یہ حال ہے آپ کی ملکہ میب کا۔

رومیو:۔ بس کرو۔ کہاں تک خرافات بکو گے۔

مرکیتو:۔ جناب والا۔ میں نے تو خوابوں کا حال عرض کیا ہے جو ایک دماغ پریشاں کا ثمرہ ہوتے ہیں اور ایک آوارہ تخیل سے جو ہوا کی مثل باریک اور ہوا ہی کی طرح آن آن میں رُخ بدلتا ہے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس تخیل کی آوارہ گردی کا یہ عالم ہے کہ ابھی شمال کے سرد ملکوں میں باد تند کی مانند جاری ہے تو ابھی وہاں سے بیزار ہو کر جنوب کے ملکوں میں جا پہنچتا ہے۔ جہاں شبنم گرتی ہے۔

بنوالیو:۔ جس ہوا کا آپ ذکر کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں ہمارے مقصد سے اُڑا کر کہیں کا کہیں پہنچا دے۔ ضیافت ختم ہو لی ہے۔ اگر وہاں پہنچے بھی تو دیر میں پہنچیں گے

رومیو:۔ میں سمجھتا ہوں کہ جلسہ شروع ہونے سے بہت پہلے پہنچیں گے۔ کیونکہ دل کہتا ہے کہ آج سے ہمارے ستارے کی نحس گردش شروع ہو گئی ہے۔ اور آج کا یہ جلسہ اس جان نحیف کی موت کا باعث ہو گا جو اس جسم زار میں اس وقت مکین ہے۔ لیکن وہ جو میری کشتی کا ناخدا ہے میرا ہادی اور رہبر بنیگا اے رقص و سرود کے متوالو چلو۔

بنوالیو:۔ نقارہ بجاؤ۔

پانچواں منظر

(امیر کپولت کا مکان)

(میوزیکا نچی حکم کے منتظر ہیں۔ ملازم دستگیاں ہاتھ میں لئے آتے ہیں)

پہلا ملازم:۔ یہ برتنوں کا سنبھالنے والا کہاں گیا۔ قابیں کون اٹھائے گا؟ رکابیوں کو صاف کر کے میز پر لگانا ہو گا۔ آخر یہ کام کون کرے گا؟

دوسرا ملازم:۔ جب سب چلدیں اور سارا کام دو ایک آدمیوں کے ذمہ رہ جائے کہ وہی اپنے ناصاف ہاتھوں سے جو کچھ کرنا ہو کریں تو یہ کیسے ٹھیک بیٹھے گا۔

پہلا ملازم:۔ یہ ٹوٹتی ہوئی کرسیاں اور برتنوں کی الماری یہاں سے اُٹھاؤ۔ چاندی کے برتنوں کا خیال رہے۔ مہربانی کر کے ذرا سی بادام کی مٹھائی میرے لئے علیحدہ کر لینا۔ دربان سے کہدو کہ وہ سوسن اور نل کو اندر آنے دے۔ اور انطونی اور پوتپان کو بھی آنے سے نہ روکے۔

دوسرا ملازم:۔ لڑکے۔ بس تیار ہو جا۔

پہلا ملازم:۔ یار۔ تو نے تو بڑی راہ دکھائی۔ سارے میں ڈھنڈیا پڑی۔ پکارا۔ تلاش کیا۔ مگر تیرا پتہ کہاں چلتا تھا۔ اب آئے ہو تو کمرے میں چلو۔

دوسرا ملازم:۔ یہاں بھی کام کروں۔ وہاں بھی۔ یہ تو ممکن نہیں۔ واہ۔ شاباش ہنسی خوشی کام ہو۔ پھرتی کرو۔ پھرتی۔ کوئی کام رہنے نہ پائے۔ جو سب سے زیادہ کام کرے گا وہی سب سے زیادہ انعام پائے گا۔

[امیر کپولت مع جولیٹ اور گھر والوں کے آتا ہے۔ مہمانوں سے اور اس مجمعے سے ملاقات کرتا ہے جو مصنوعی چہروں میں اپنی صورتیں چھپائے ہیں]

کپولت:۔ شریفو۔ کرم فرمائیے۔ آپ کا تشریف لانا میرے لئے موجب فخر ہے بیگموں جنھوں نے قدم رنجہ فرمایا ہے۔ اگر آپ کو آبلہ پا کی شکایت نہیں ہے تو میں ضرور آپ کے ساتھ رقص کروں گا۔ آہا۔ معزز خواتین۔ آپ میں سے کون ہو گا جسے رقص میں شرکت سے انکار ہو گا۔ جسے رقص کرنے میں تذبذب ہو گا اسے ضرور آبلہ پائی کی شکایت ہو گی۔ کیوں کیسی پتے

کی بات کہی ہے۔ (مصنوعی چہرے والوں سے مخاطب ہوتا ہے) شریفو۔ آپ بھی کرم فرمائیں۔ میں بھی رقص و سرود کی محفلوں میں کبھی مصنوعی چہرے لگا کر شریک ہوا کرتا تھا۔ اور کسی حسین صورت کے کان میں کوئی ایسا لطیفہ کہتا تھا جس سے وہ خوش ہو جاتی تھی۔ مگر وہ زمانہ گیا۔ بہت دُور گیا۔ شریفو۔ آپ کا یہاں تک تکلیف کرنا میری بڑی عزت کا باعث ہوا۔ میوزیکانچیو۔ اپنے اپنے باجے اور ساز بجانے شروع کر دو۔ ملازمو۔ کمرے کی چیزیں ہٹا کر رقص کے لئے کافی جگہ کر دو۔

(ساز بجتے ہیں اور سب ناچ میں مصروف ہوتے ہیں)

خدمتگارو۔ روشنیاں تیز کرو۔ میزوں کو تہ کر کے دیواروں سے لگا دو۔ آتشدان میں آگ کم کرو۔ کمرہ بہت گرم ہو گیا ہے۔ کیوں جناب۔ فرمائیے تو۔ یہ جلسہ خلاف توقع کس خوبی سے ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کپولٹ آپ تشریف رکھیں۔ اب ہم آپ تو بڈھے ہوئے۔ ہمارے ناچنے کے دن کہاں رہے۔ بھلا بتائیے تو ہمیں یہ مصنوعی چہرے لگائے کتنے دن ہوئے ہوں گے

امیر کپولٹ کا عزیز:۔ تقریباً تیس برس سمجھئے۔ اس میں ذرا شک نہیں۔

کپولٹ:۔ کیا فرمایا۔ اتنا زمانہ ہرگز نہیں ہوا۔ لازنیتو کی شادی کو پنتی کاست کے تہوار پر جب کبھی وہ آئے پورے پچیس برس ہو جائیں گے۔ بس اسی شادی کے موقع پر ہم نے آپ نے چہرے لگائے تھے۔

امیر کپولٹ کا عزیز:۔ نہیں جناب۔ اس سے زیادہ زمانہ گذرا ہے۔ لازنیتو کا بیٹا اب تیس برس کا ہے

کپولٹ:۔ آپ کے فرمانے کی بات ہے۔ دو برس ہوئے جب تک تو وہ نابالغ تھا۔ جائداد واگذاشت کہاں ہوئی تھی؟

رومیو:۔ (ایک خدمتگار سے پوچھتا ہے) وہ خاتون کون ہیں جو اس جوان مرد کے ساتھ رقص کرتی ہیں۔

خدمتگار:۔ حضور۔ مجھے علم نہیں۔

رومیو:۔ واہ۔ کس بلا کا حسن ہے! معلوم ہوتا ہے کہ شمعوں کو بھی روشن ہونا اسی حسن نے سکھایا ہے۔ شب سیاہ کے عارض پر کان کا موتی پڑا جھمک رہا ہے۔ مگر ہائے۔ یہ موتی رومیو کا نہیں ہے۔ اس دنیا کی حیثیت سے وہ کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ حسین صورت تو اور مہ جبینوں میں جو رقص کرتی ہیں ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کوّوں کا ایک جھنڈ اُڑتا ہوا کسی کھیت میں اُترے اور اُن میں ایک اُجلی پاکیزہ پروں والی قمری بھی ہو۔ ذرا ناچ ختم ہو جائے تو معلوم کروں کہ وہ کہاں کھڑی ہوتی ہے؟ اس سے مصافحہ کر کے اپنے ان ناپاک ہاتھوں کو پاک کروں کیا میرے دل میں اب تک کسی اور کا عشق تھا؟ اے نظرِ حُسن شناس مُکر جا۔ کیونکہ واقعی جسے حسن کہتے ہیں وہ اس وقت سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

تائی بلت:۔ اس آدمی کی تو آواز ہی بتا رہی ہے کہ وہ مونتیگ کے گھرانے کا ہے۔ لڑکے۔ ذرا میرا خنجر تو اُٹھا دے یہ غلام بچہ منہ پر مصنوعی چہرہ لگائے ہمارے جلسے کی ہتک کرنے آیا ہے۔ میں تو اپنے خاندان کے حفظِ ناموس کی قسم کھائے بیٹھا ہوں۔ اگر میں نے اسے جان سے مار ڈالا تو اس میں ہرگز کوئی گناہ نہ ہوگا۔

کپولٹ:۔ کیوں عزیزِ من۔ یہ غصہ کیسا؟ اتنا شور کیوں مچانے لگے؟

تائی بلت:۔ چچا جان۔ وہ آدمی مونتیگ کے گھرانے کا ہے۔ جو ہمارا پُرانا دشمن ہے۔ یہ سارے جلسے کی ہتک اور بے عزتی کرنے یہاں آیا ہے۔

کپولٹ:۔ کہیں یہ جوان رومیو تو نہیں ہے؟

تائی بلت:۔ جی ہاں۔ وہی شیطان رومیو ہے۔

کپولٹ:۔ عزیزِ من غصہ دُور کرو۔ رومیو سے ہرگز کوئی بحث نہ رکھو۔ اس محفل میں اس کا طور و طریق معقول اور شریفانہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ویرونہ کا سارا شہر اس کی نیک چلنی کی اور باوجود جوان ہونے کے اپنی حرکات و سکنات پر قابو رکھنے کی تعریف کرتا ہے۔ مجھے تو اگر سارے شہر کا دھن دولت بھی کوئی دے تو اس بات گوارا نہ کروں گا کہ میرے گھر میں کوئی اُسے ہاتھ تک لگائے۔ تائی بلت صبر سے کام لو۔ اور رومیو کا خیال دل سے دُور کرو۔ اور میرا یہ حکم وہ ہے جس کا لحاظ کرنا تمہارے لئے نہایت ضروری ہے۔ صُورت اچھی رکھو۔ یہ تیوری کے بل دُور کرو۔ اور جیسا کہ ایک ضیافت کے موقع پر انسان کو صُورت بشاش رکھنی چاہئے تم بھی وہی طور اختیار کرو۔

تائی بلت:۔ جس ضیافت میں ایسے شیطان شریک ہوں وہاں غصہ ہی کی صُورت رکھنی بہتر ہوتی ہے۔ مجھ سے یہ حالت

برداشت نہیں ہوسکتی۔

کپولٹ:۔ تمھیں سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔ بھلے مانس سب باتیں گوارا کرنی پڑیں گی۔ گوارا کرنا نہ کرنا تمھاری مرضی پر نہیں ہے۔ اس گھر کا مالک میں ہوں یا تم ہو۔ تم نے کیا کہا کہ کہنا آنا تمھیں گوارا نہیں۔ خدا تمھیں نیک توفیق دے۔ کہیں میرے مہمانوں میں کوئی بدمزگی پیدا نہ کرا دینا۔ اگر کچھ فساد برپا کرنے کا ارادہ ہے تو کہہ دو۔

تائی بلٹ:۔ نہیں چچا جان۔ مگر رومیو کی شرکت تو ہمارے لئے بڑی شرمناک بات ہے۔

کپولٹ:۔ جاؤ بھی۔ تم تو بڑے بدمزاج آدمی نکلے۔ اس میں شرم کی کیا بات ہے؟ دیکھو۔ کوئی حرکت ایسی نہ کر بیٹھنا۔ کہ خود نقصان اُٹھاؤ۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم میرے کہنے کا بُرا نہ مانو گے اور یہی سمجھو گے کہ ہاں وہ تو ایک غیر آدمی ہے۔ ہاں دوستو۔ مہربانو۔ شاباش۔ واہ واہ۔ تائی بلٹ تم تو بڑے ہی مغرور اور نخوت زدہ نکلے۔ جاؤ۔ خبردار۔ نچلے بیٹھنا۔ روشنیاں تیز کرو۔ چپ کیوں نہیں رہتے۔ کیا غیرت، شرم سب اُڑ گئی۔ اب مجھے تمہیں چپ ہی کرنا پڑے گا۔ ہاں۔ میرے معزز مہمانو خوب لطف اُٹھاؤ۔ ایسی حالت میں تائی بلٹ تمھارے لئے صبر کے ساتھ خاموش بیٹھنا ضروری ہے۔

تائی بلٹ:۔ جب دل میں غصہ بھرا ہوا ہو تو تمام جسم پر رعشہ ہو جاتا ہے۔ بہت خوب۔ جناب والا۔ میں یہاں سے چلا ہی جاتا ہوں۔ رومیو کی یہ بے جا مداخلت اس وقت بھلی معلوم ہوتی ہو مگر انجام میں وہ بڑی ہی تلخ ثابت ہوگی۔

(چلا جاتا ہے)

رومیو:۔ (جولیٹ سے کہتا ہے) اگر میرے ان نالائق ہاتھوں نے اس معبد حسن و جمال کو چھو کر ناپاک کیا ہے تو اس کی سزا یہی ہو سکتی ہے کہ میرے ان دو لبوں کو جو شرمسار زائروں کی طرح آستانے پر حاضر ہیں، اجازت ہو کہ وہ ایک نازک بوسے سے اس ناپاکی کو دُور کریں۔

جولیٹ:۔ اچھے جاتری۔ تم اپنے ہاتھوں کے ساتھ کیوں اتنی بے انصافی کرتے ہو۔ مصافحہ تو خلق و محبت کی نشانی ہوا کرتا ہے۔ ہاتھ تو خاصانِ خدا بھی رکھتے ہیں جنھیں زائر اپنے ہاتھ سے چھوتے ہیں۔ ہاتھ سے ہاتھ ملانا تو زائروں کا بوسہ ہوتا ہے۔

رومیو:۔ تو پھر خدا کے ان پیاروں کی طرح زائر بھی تو لب رکھتے ہیں۔

جولیٹ:۔ ہاں۔ جاتری۔ ان کے بھی لب ہوتے ہیں۔ مگر وہ دعا اور عبادت کے لئے ہوتے ہیں۔

رومیو:۔ تو پھر اے خدا کی پیاری۔ لبوں کو بھی وہی کرنے دو جو ہاتھوں نے کیا ہے۔ وہ دعا کے لئے اُٹھتے ہیں۔ ان کی دُعا قبول کرو۔ تاکہ ایمان و اعتقاد انکار و مایوسی نہ ہو جائے۔

جولیٹ:۔ خدا کے پیاروں کو راہ حق سے جنبش نہیں ہوتی۔ وہ دُعا کو دُعا کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں۔

رومیو:۔ راہ حق سے ہٹنے کو کون کہتا ہے۔ دعا کا مقصد حاصل کرنے دیجئے۔ (اتنا کہہ کر رومیو جولیٹ کے لبوں کا بوسہ لیتا ہے) دیکھئے۔ اس طرح آپ کے لبوں نے میرے لبوں کا گناہ چوس لیا۔

جولیٹ:۔ تو کیا تمھارے لبوں کا گناہ میرے لبوں نے لے لیا؟

رومیو:۔ میرے لبوں سے گناہ! یہ بھی کیسی پُرلطف اندازی ہے۔ اچھا تو اب میرا گناہ مجھے واپس کر دیں۔

جولیٹ:۔ آپ تو بوسوں کے معاملے میں بڑے حساب کتاب سے چلنے والے نکلے۔

دایہ:۔ بیگم۔ آپ کی اماں جان کچھ بات کرنے کو آپ کو بلا رہی ہیں۔

رومیو:۔ (دایہ سے پوچھتا ہے) ان کی اماں جان کون ہیں؟

دایہ:۔ واہ۔ واہ۔ یہ بات بھی آپ نے خوب پوچھی۔ اسے وہی تو اس گھر کی مالک ہیں۔ بڑی نیک۔ عاقل اور فرزانہ بیوی ہیں۔ جس بچی سے آپ باتیں کرتے تھے اُسے میں نے دُودھ پلایا ہے۔

رومیو:۔ تو کیا کپولٹ کے گھرانے کی وہ بیٹی ہیں۔ ہائے تقدیر! اب تو یہ جان دشمن کا قرضہ ہو گئی۔ دشمن اس جان کو لئے بغیر کب چھوڑے گا۔

بنوالیو:۔ رومیو۔ یہاں بُت بنے کیوں کھڑے ہو۔ اس وقت تو ناچ رنگ خوب زور پر ہے۔ آگے چلو۔ اب تک جو کچھ دیکھا ہے، ممکن ہے کہ اس سے بہتر بھی کوئی چیز دیکھنے میں آئے۔

کپولٹ :- نہیں۔ ابھی کوئی صاحب جائیں نہیں۔ ایک مختصر سی ضیافت تیار رہے۔ اگر مرضی ہو تو اس میں شریک ہو کر بندے کو ممنون فرمائیں۔ بہتر ہے۔ آپ کی اس تکلیف کا بے حد شکر گزار ہوں۔ خدا حافظ۔ (ایک خدمتگار سے کہتا ہے) مشعلیں ادھر زیادہ دکھاؤ۔ ہم تو اب اپنی خواب گاہ کو جانا چاہتے ہیں۔ (اُسی خدمتگار سے کہتا ہے) سُنا تم نے۔ بھلے مانس۔ اب تو رات زیادہ آگئی ہے۔

(سب چلے جاتے ہیں۔ جولیٹ اور دایہ رہ جاتی ہے)

جولیٹ :- دایہ دیکھنا۔ وہ آدمی جو ادھر کو جا رہا ہے، کون ہے؟

دایہ :- وہ تو تائی بیرو کا فرزند اور وارث ہے۔

جولیٹ :- وہ نہیں۔ اُسے پوچھتی ہوں جو ابھی دروازے سے باہر نکلا ہے۔

دایہ :- میں سمجھتی ہوں کہ وہ جوان پٹرچیو ہے۔

جولیٹ :- نہیں۔ وہ نہیں۔ اُسے پوچھتی ہوں جو اس کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ جو ناچ میں شریک نہیں ہوا تھا۔

دایہ :- بیگم۔ میں اس سے واقف نہیں۔

جولیٹ :- اچھی میری دادا ذرا جا کر اس کا نام تو پوچھ آؤ۔ اگر اس کی شادی ہو چکی ہے تو میری شادی کا بچھونا میرا کفن ہوگا۔

دایہ :- اس کا نام تو رومیو ہے۔ اور وہ مونٹیگ کے گھرانے کا آدمی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ وہ تمھارے دشمن کا اکلوتا بیٹا ہے۔

جولیٹ :- ہائے عشق جفا کار۔ تو پیدا بھی ہوا تو ایسے دشمن سے ہوا جس کے سوا کوئی دوسرا دشمن نہیں۔ ملا اس سے ایسے حال میں ہوا جب کہ اس کا کچھ حال معلوم نہ تھا۔ اور جب حال معلوم ہوا تو دیر ہو چکی تھی۔ اس عشق کا پیدا ہونا بھی میرے لئے عجائبات سے ہے۔ افسوس۔ عشق ہوا بھی تو ایسے دشمن سے ہوا جس سے بے حد نفرت ہونی چاہئے تھی۔

دایہ :- بیگم۔ تم منہ ہی منہ میں یہ کیا کہہ رہی ہو؟

جولیٹ :- کچھ نہیں۔ ایک قافیہ بندی سی تھی جسکے ساتھ ناچ رہی تھی اس سے سیکھی تھی۔

(اندر سے کوئی جولیٹ کو پکارتا ہے)

دایہ :- بیٹی جلدی کرو جلدی۔ اب یہاں سے چلو۔ مہمان سب سدھار گئے ہیں۔

(سب چلے جاتے ہیں)

جُزو ثانی (۲)

تمہید

(مل کر گانے والوں کا طائفہ آتا ہے)

طائفہ :- روزالن کے عشق کا رومیو کے دل میں اب دم واپسیں ہے۔ تاکہ جولیٹ کا عشق اس کا جانشیں بنے۔ وہ حسن جس کے لئے آہیں کھینچ کر جان تک دینے کا ارادہ تھا اب جولیٹ کے حسن کے سامنے حسن نہ تھا۔ عشق جواب تک بچوں کا کھیل تھا اب پوری قوت اور شان دلبری میں ظاہر ہوا۔ اب رومیو عاشق بھی ہے اور محبوب بھی۔ دونوں کی حسین نگاہوں نے ایک دوسرے پر جادو ڈالا ہے۔ جولیٹ دشمن کے گھرانے کی بیٹی ہے۔ اس کا شکوہ عاشق کے دل میں ضرور رہتا ہے۔ رومیو بھی چونکہ دشمن خاندان کا لڑکا ہے اس لئے معمولی عشاق کی طرح اظہار محبت کے لئے جولیٹ تک رسائی کم رکھتا ہے۔ رومیو اور جولیٹ دونوں کے دلوں میں عشق ایک ہی درجہ اور قوت کا ہے۔ اس وجہ سے جولیٹ کو اپنے عاشق سے ملنے کے موقعے اور بھی کم نصیب ہوتے ہیں۔ مگر جذبۂ دل انھیں طاقت بخشتا ہے۔ اور زمانہ ملاقات کے موقعے دیتا ہے۔ ملنے میں جس قدر خطرے زیادہ ہیں اُسی قدر لطف بھی زیادہ ہے راحت تکلیف کو معتدل کرتی رہتی ہے۔

پہلا منظر

(امیر کپولت کے باغ سے ملی ہوئی گلی)

(رومیو آتا ہے)

رومیو:۔ جب دل یہاں ہو تو قدم آگے بڑھنا معلوم۔

(رومیو باغ کی دیوار پر چڑھ کر باغ میں کود جاتا ہے)

(بنوالیو اور مرکیتو آتے ہیں)

بنوالیو:۔ رومیو۔ بھائی رومیو!

مرکیتو:۔ آدمی ہشیار ہے۔ غالباً گھر جاکر آرام سے سو گیا ہو۔

بنوالیو:۔ نہیں۔ ابھی تو ادھر جاتے اُسے دیکھا ہے یقینی باغ کی دیوار پھاند کر اندر پہنچا ہے۔ مرکیتو۔ ذرا تم بھی اُسے آواز دو

مرکیتو:۔ اچھا۔ میں بھی اُسے پکارتا ہوں۔ رومیو! ارے دیوانے مجنون، عاشق! اور کچھ نہیں تو ایک آہ کی شکل میں نمودار ہونے والے سامنے آجا۔ کوئی شعر ہی پڑھ۔ تاکہ تیری طرف سے اطمینان ہو۔ اتنا ہی بتا دے کہ ہاں زندہ ہوں۔ حسن کی چنچل زہرہ دیبی وینس ہی کا نام لے یا اُس کے اندھے فرزند اور وارث کیوپڈ ہی کو کسی پیار کے نام سے پکار۔ کیوپڈ وہی جس نے ایک بڑے بادشاہ کو اپنا تیر مار کر ایک فقیرنی کے عشق میں مبتلا کیا تھا۔ واہ واہ آواز تک نہیں۔ بنوالیو۔ وہ تو کچھ سنتا ہی نہیں۔ اُسے تو نہ جنبش ہے نہ حرکت۔ کہیں وہ مر تو نہیں گیا۔ اگر مر گیا ہے تو اس کی روح کو طلب کرتا ہوں۔ اے رومیو کی روح! تجھے روزالن کے قد زیبا۔ لب لعل اور جبین روشن کی قسم۔ تو اپنی اصلی صورت میں ہم پر ظاہر ہو

بنوالیو:۔ اگر وہ سنتا ہے تو تمھاری یہ باتیں سُن کر ناخوش ہوگا۔

مرکیتو:۔ میری باتوں سے وہ ناراض یا ناخوش نہیں ہوسکتا میں اُسے سچے دل سے بلاتا ہوں۔ اور جو نام اس کی محبوبہ کا میں نے ابھی لیا ہے وہ بھی صحیح ہے۔ میرے بلانے کی غرض تو صرف یہ ہے کہ اس کی رُوح اُٹھ کر کسی طرح یہاں تک چلی آئے۔

بنوالیو:۔ اب یہاں سے چلو۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان درختوں میں کہیں چھپ گیا ہے۔ تاکہ اس ٹھنڈی اور مرطوب رات میں شبنم سے بچ کر کہیں گذر کرے۔

مرکیتو:۔ عشق کو اندھا کہتے ہیں۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اپنا تیر کس طرح نشانہ پر ٹھیک پہنچا دیتا ہے۔ رومیو۔ تجھے خدا کو سونپا۔ میں تو کہیں چارپائی مل جائے تو پڑ کر سوتا ہوں۔ اس ٹھنڈی زمین پر پڑنا تو میرے لئے مشکل ہے۔ بنوالیو۔ آؤ چلیں۔ یہاں اس کا تلاش کرنا اور اُس کا ملنا مشکل ہو۔ کوشش بے کار ہوگی۔

(چلے جاتے ہیں)

دوسرا منظر

(امیر کپولت کا باغ)

(رومیو آتا ہے)

رومیو:۔ جسے کبھی زخم نہ پہنچا ہو، وہ داغ دیکھ کر ہنستا ہو۔

(بالاخانے کی ایک کھڑکی میں جولیٹ کھڑی نظر آتی ہو)

لیکن خاموش۔ یہ اوپر کھڑکی میں روشنی کیسی دکھائی دی! کیا یہ مشرق ہے اور جولیٹ آفتاب؟ اے آفتاب عالمتاب طلوع ہو۔ اور اپنے نور سے ماہتاب کی روشنی کو ماند کر دے اس کے چہرے پر تو رنج اور افسوس کے ساتھ زردی کھنڈ رہی ہے مگر تو جو اس کی پرستار ہے اپنے حسن وجمال میں اُس سے بڑھ گئی ہے۔ ماہتاب کے پرستش کرنے والے شادی سے قسم کھا لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چندر دیبی ڈاینا کے دل میں رشک رہنے لگا ہے۔ اس کا لباس سبز اور بیماروں کا سا ہے۔ جسے سوائے دلجلوں کے کوئی دوسرا پسند نہیں کرتا۔ اس غم کے لباس کو اُتار کر پھینک دے۔ ارے، یہ تو میری محبوبہ جولیت ہے! اے کاش اُسے معلوم ہوتا کہ میں اس کا عاشق ہوں۔ کچھ کہتی معلوم ہوتی ہے۔ مگر کہتی کچھ نہیں۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔ آنکھیں تو کچھ کہنے سے باز نہیں۔ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ مگر میری یہ جسارت درست نہ ہوگی۔ کیونکہ مجھ سے تو وہ کچھ کہہ نہیں رہی۔ نگاہ آسمان کی طرف ہے جہاں دو حسین چمکتے تاروں میں کسی بات پر حجت ہو رہی ہے۔ وہ دونوں جولیٹ کی آنکھوں سے التجا کرتے ہیں کہ جب تک ہم اپنی گردش پوری کر کے واپس نہ آجائیں، وہ ہماری جگہ روشن رہیں۔ یہ آنکھیں اگر آسمان پر ہوئیں، اور ستارے وہاں جہاں جولیت کی آنکھیں ہیں تو کیا رخساروں کی تابندگی ان ستاروں کو اس طرح شرمسار نہ کردیگی جس طرح سورج کی روشنی چراغ کو شرمندہ کرتی ہے۔ آسمان سے فضا میں ان آنکھوں کا نور ایسا سُہانا ہوگا کہ پرندے بسیرا لیتے لیتے بیدار ہو کر چہکنے لگیں گے۔ اور سمجھیں گے کہ رات نہیں رہی دن

نکل آیا۔ دیکھو۔ وہ کس طرح ہاتھ پر عارض کو رکھے کسی فکر میں ہے، اے کاش! میں اس ہاتھ کا دستانہ ہوتا کہ اس کے رخسار کو چھو لیتا۔

جولیٹ:۔ افسوس! افسوس!!

رومیو:۔ سنو تو کیا کہتی ہے؟ اے نور کے فرشتے پھر کچھ کہہ۔ تو اس اندھیری رات میں اپنا نور مجھ پر اس طرح برسا رہا ہے جیسے کہ آسمان کا کوئی اُجلے پروں والا فرشتہ سُست رفتار بادلوں سے نکل کر آسمان پر نمودار ہو۔ اور زمین پر آدمی اُسے اپنے گھروں سے دیکھیں۔

جولیٹ:۔ ہائے۔ رومیو! رومیو! تو کہاں ہے؟۔ اپنے نام سے۔ اپنے باپ سے انکار کر دے۔ اگر یہ نہ ہو سکے اور پھر بھی میرے عشق کا دعویٰ کیا تو میں کپولٹ نہ رہوں گی۔

رومیو:۔ کیا ابھی اور سُنے جاؤں۔ یا جواب دوں؟

جولیٹ:۔ یہ تیرا نام ہی فقط میرا دشمن ہے۔ تُو تو ہی ہے مونٹیگ نہیں ہے۔ آخر اس مونٹیگ کے کیا معنی ہیں؟ نہ وہ ہاتھ ہے۔ نہ پاؤں ہے۔ نہ بازو۔ نہ چہرہ۔ نہ جسم کا کوئی حصہ جو انسان رکھتا ہے۔ کاش تو اپنا کوئی اور نام رکھ لیتا۔ نام میں کیا دھرا ہے۔ جسے ہم پھول کہتے ہیں اگر اس کا کوئی دوسرا نام ہوتا تو اس کی خوشبو تو وہی رہتی جو اب ہے۔ ہائے۔ کاش تیرا اس کا نام رومیو نہ ہوتا۔ اور بجز اس نام کے اس کی اور سب چیزیں اس کے پاس رہتیں۔ رومیو۔ اس نام کو ترک کر دے جو تیری ہستی کا کوئی جزو نہیں۔ اس کے بدلے تُو مجھے اپنا سمجھ۔

رومیو:۔ جو کچھ کہتی ہو مجھے سب منظور ہے۔ میرا نام تو عشق ہے۔ اور آج سے میرا نام یہی ہے۔ اب میں رومیو نہیں رہونگا

جولیٹ:۔ (چونک کر) تو کون مرد ہے جو اس رات میں یہاں چھپا کھڑا ہے اور میرے خیالات میں مخل ہوتا ہے۔

رومیو:۔ (نام بتا کر) میں نہیں کہہ سکتا کہ میں کون ہوں۔ اے پیارے محبوب! مجھے خود اپنے نام سے نفرت ہے۔ یہ نام میرا دشمن ہے۔ اگر کہیں کاغذ پر لکھا دیکھتا تو اس کاغذ کے پُرزے کر دیتا

جولیٹ:۔ گو چند ہی الفاظ تمھاری زبان سے نکلے ہیں۔ مگر میں نے تمھیں پہچان لیا۔ کیا تم رومیو مونٹیگ کے خاندان سے نہیں ہو۔

رومیو:۔ نہیں۔ خدا کی بہت پیاری حسین اور پاک جان۔ اگر تمھیں ان دونوں ناموں میں سے ایک بھی پسند نہیں تو نہ میں رومیو ہوں اور نہ مونٹیگ۔

جولیٹ:۔ یہ تو بتاؤ کہ تم یہاں چلے کیسے آئے۔ اور کیوں آئے اس باغ کی دیواریں تو اتنی اونچی ہیں کہ اُن پر چڑھنا مشکل ہے اس خیال سے کہ تم کس گھرانے کے ہو اگر میرے عزیزوں میں سے کسی نے تمھیں یہاں دیکھ لیا۔ تو پھر یہ جگہ تمھارے لئے موت ہو گی۔

رومیو:۔ عشق کے نازک پر لگا کر میں نے دیوار پھاندی۔ عشق کو پتھر کی دیواریں بھی اندر آنے سے نہیں روک سکتیں۔ عشق جو کچھ چاہتا ہے ہمیشہ وہی کر دکھاتا ہے۔ اس لئے آپ کے عزیز و اقربا میرے لئے کوئی روک نہیں۔

جولیٹ:۔ اگر ان میں سے کسی نے تمھیں یہاں دیکھ لیا تو پھر وہ تمھارا خون کر ڈالیں گے۔

رومیو:۔ مگر اُن کی تلواروں میں وہ ہلاکت نہیں ہے جو تمھاری ایک نگاہ میں ہے۔ آپ کی نگاہ مہر درکار ہے۔ پھر اُن کی دشمنی میرا کچھ نہ کر سکے گی۔

جولیت:۔ میں نہیں چاہتی کہ کوئی تمھیں یہاں دیکھے۔

رومیو:۔ اگر کوئی اُدھر آیا بھی تو میرے پاس شب خوابی کا ایک لمبا لباس ایسا ہے جسے پہن کر اس کی نظر سے چھپ جاؤں گا۔ اگر تمھیں مجھ سے عشق ہے تو پھر اُنھیں مجھے یہاں دیکھ لینے دو۔ میری جان کا ان کی عداوت کی نذر ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ بغیر تمھارے عشق کے زیادہ دن جیوں۔

جولیت:۔ تمھیں یہاں تک آنے کا راستہ کس نے بتایا؟

رومیو:۔ عشق نے۔ پہلے تو اُس نے مجھے آپ کی تلاش پر لگایا۔ پھر اُسی عشق نے مجھے صلاح دی۔ اور میں نے اُسے آنکھیں دیں۔ مجھے آپ کے گھر کا راستہ معلوم نہ تھا۔ لیکن اگر آپ دُور سے دُور سمندر کے کسی ویران ساحل پر بھی رہتی ہوتیں تو بھی میں اس دولت حسن و ناز کے لئے وہاں پہنچ جاتا۔

جولیت:۔ اس وقت میرے چہرے پر رات کی نقاب پڑی ہے۔ ورنہ تم دیکھتے کہ جو کچھ اس وقت تم نے مجھے کہتے سُنا ہے اُس نے میرے چہرے کو حیا و شرم سے کتنا سُرخ کر دیا ہے۔ اگر رسم و رواج کی پابند ہوتی تو تم سے محض رسمی ملاقات کرتی۔ اور جو کچھ اس وقت تم نے میری زبان سے سُنا ہے اُس سے خوش

ہو کر قطعی انکار کر دیتی۔ لیکن رسم و رواج سے قطع نظر کر کے بتاؤ کہ کیا تمھیں مجھ سے عشق ہے؟ میں سمجھتی ہوں کہ اس کا جواب تم مجھے یہی دوگے کہ "ہاں ہے" اور میں تمھاری بات کا یقین بھی کر لوں گی۔ لیکن اگر تم نے قسمیں کھانی شروع کیں تو ممکن ہے کہ تم اخیر میں دروغ گو ثابت ہو۔ عاشقوں کی قسموں پر خدائے فلک جو پتر ہنستا ہے۔ شریف رومیو اگر تمہیں حقیقت میں مجھ سے عشق ہے تو سچے دل اور ایمان سے اس کا اقرار کرو۔ لیکن اگر تم اس خیال میں گئے کہ میں جلدی سے تم کو مل گئی۔ اور تم میری اس حرکت کو سُبک سمجھے تو پھر مجھے رنج پہنچے گا۔ غصہ آئے گا اور تم سے قطعاً انکار کر دوں گی۔ اگر یہ باتیں تمھیں منظور ہیں تو تم مجھ سے عشق کر سکتے ہو۔ ورنہ پھر دنیا ادھر سے اُدھر ہو جائے گی مگر میں تمھاری نہ ہو سکوں گی۔ اگر شریف ہو یقین مانو۔ میں تمھارے حق میں اُن سے زیادہ باوفا ثابت ہوں گی جن کو ذرا ذرا سی بات پر غیر بن جانے کی مشق ہوتی ہے۔ مجھے اس بات کا اقرار ہے کہ میں بھی شروع میں تمھارے ساتھ مغائرت برتتی۔ لیکن تم نے بغیر میرے علم کے کچھ باتیں عشق و محبت کی میری زبان سے سن لی ہیں۔ بس للہ معاف کرو۔ اور میرے اس اظہارِ عشق کو کوئی خفیف حرکت یا جھوٹا عشق نہ سمجھنا۔ رات کے اندھیرے نے دل کا حال روشن کر دیا۔

رومیو:- معزز خاتون۔ سامنے جو چاند درختوں کی چوٹیوں پر اپنا نور نثار کر رہا ہے۔ اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ مجھے تجھ سے عشق صادق ہے۔

جولیٹ:- اس مہتاب بے ثبات کی قسم نہ کھاؤ۔ یہ تو ہر مہینے اپنی گردش میں صورت بدلتا رہتا ہے۔ کہیں اس کی طرح تمھارے عشق میں بھی تلوّن نہ پیدا ہو جائے۔

رومیو:- تو پھر کس کی قسم کھاؤں؟

جولیٹ:- قسم کھانے کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر قسم کھانی ہی منظور ہے تو اپنی ذات کی اپنی خودی کی قسم کھاؤ۔ کیونکہ تمھاری ذات تمھاری خودی ہی وہ صنم ہے جس کی پرستش میں کرتی ہوں پھر مجھے ساری بات کا یقین آجائے گا۔

رومیو:- پیاری محبوبہ! اگر میرا دل......

جولیٹ:- نہیں۔ قسم نہ کھاؤ۔ میرے دل کا تم چین و آرام ہو اس رات کے وعدے سے مجھے اطمینان نہیں ہے۔ اس میں بڑی عجلت ہوئی ہے۔ یہ بات از خود ایسی یکایک پیدا ہوئی جیسے کہ بجلی۔ جس کی چمک اتنا کہتے کہتے کہ "وہ چمکی" ختم ہو جاتی ہے پیارے۔ تمھیں خدا کو سونپا۔ ممکن ہے کہ عشق کی یہ کلی موسم بہار کی گرمی سے کھل کر تمھاری دوسری ملاقات تک ایک خوش نما پھول بن جائے۔ اچھا۔ شب بخیر۔ شب بخیر! تمھارے دل کو بھی وہی راحت و آرام نصیب ہو جو اس وقت میرے دل کو ہے۔

رومیو:- ہائیں۔ کیا آپ مجھے اس بے اطمینانی میں چھوڑ چلیں

جولیٹ:- آج شب کو اور کیا اطمینان چاہتے ہو؟

رومیو:- اپنے وعدۂ عشق کے بدلے آپ کے عشق صادق کا وعدہ۔

جولیٹ:- میں تو تمھارے کہنے سے پہلے ہی عشق کا وعدہ کر چکی ہوں۔ مگر دل یہی چاہتا تھا کہ اس وقت وعدۂ عشق نہ کرتی۔ تاکہ اس وعدے کی پھر تجدید ہوتی۔

رومیو:- تو پھر اس پہلے وعدے سے منکر ہونے کی کیا غرض ہوئی؟

جولیٹ:- صاف کہتی ہوں کہ غرض صرف اتنی ہے کہ دوبارہ وعدۂ وفا کرتی۔ گو دل یہی چاہتا ہے کہ جو وعدہ تم سے کیا ہے وہ نہ کرتی۔ تاکہ دوبارہ وعدہ کرنے کی مسرت حاصل ہوتی۔ میرا عشق ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ اور اتنا ہی وہ عمیق بھی ہے جتنا عشق ظاہر کرتی ہوں اس سے زیادہ اور پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ میرے عشق کی وسعت اور اس کا عمق لامتناہی ہے۔

(اندر سے دایہ پکارتی ہے)

یہ کس کی آواز سنتی ہوں؟ اچھا پیارے۔ اب رخصت ہوتی ہوں دایہ۔ میں ابھی آتی ہوں۔ پیارے مونٹیگ۔ دیکھنا بے وفائی نہ کرنا۔ ثابت قدم رہنا۔ اچھا اچھا ابھی آئی۔ تھوڑی دیر اور ٹھیرو۔

(جولیٹ بالاخانے سے چلی جاتی ہے)

رومیو:- اے مبارک رات۔ بہت مبارک رات! ڈرتا ہوں کہ رات کا یہ وقت جو کچھ دیکھ رہا ہوں خواب تو نہیں ہے اور خواب بھی ایسا مسرت انگیز ہے کہ اس کی اصلیت میں شبہ ہوتا ہے۔

(جولیٹ پھر بالاخانے پر آتی ہے)

جولیت:- پیارے رومیو! صرف اتنی بات کہنے آئی ہوں ذرا اُسے سُن لو تو پھر خدا حافظ۔ اگر تمھارے اس عشق کی نیت اچھی ہے اور تمھارا قصد شادی کا ہے تو کل مجھے کہلا بھجوانا۔ اور اُسی آدمی کی معرفت کہلا بھجوانا جسے میں تمھارے پاس بھیجوں گی کہ شادی کہاں اور کس وقت ہوگی؟ ان سب باتوں سے اطلاع دینا۔ پھر میں اپنی دولت اور تقدیر کل تمھارے قدموں پر رکھ دوں گی اور تمھیں اپنا سرتاج بنا کر جہاں کہیں تم جاؤ گے تمھارے ساتھ رہوں گی۔

دایہ:- (اندر سے پکارتی ہے) بیگم!

جولیت:- ابھی آئی۔ اگر تمھاری نیت بری ہے تو پھر مجھے یہ کہنا ہے......

دایہ:- (اندر سے) بیگم!

جولیت:- ابھی آتی ہوں۔ "کہ رومیو اپنی درخواست واپس لو۔ اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اپنا آدمی کل بھیجوں گی۔"

رومیو:- اور اس طرح میری روح کو مسرت اور شادمانی نصیب رہے گی۔

جولیت:- ہزار ہزار مرتبہ شب بخیر کہتی ہوں۔

(جولیت چلی جاتی ہے)

رومیو:- ہائے۔ اس روشنی کے گل ہوتے ہی "شب بخیر" تو "شب بھر" ہو گئی۔ معشوق عاشق کی طرف اس شکل سے آتا ہے جیسے مدرسے کے لڑکے اپنی کتابوں کی طرف مائل ہوں۔ لیکن عاشق معشوق سے اس طرح جدا ہوتا ہے جیسے کوئی لڑکا کتابوں کا بوجھ لے کر مدرسے جائے۔

(رومیو جانے کا ارادہ کرتا ہے)

(جولیت پھر بالا خانے پر آتی ہے)

جولیت:- رومیو! رومیو! کاش میں ایک شکرہ باز کی طرح آواز دے کر اپنے شکرے کو بلا لیتی۔ جس کے پاؤں میں زنجیر پڑی ہو اُسے خوف ہوتا ہے کہ کوئی اُس کی آواز نہ سن لے وہ گلا بیٹھے ہوئے آدمی کی طرح آواز سے نہیں بول سکتا۔ ورنہ میں تو اس گنبد کو جو صدائے بازگشت کا مسکن ہے۔ چیختے چیختے شق کر دیتی۔ اور اپنے پیارے رومیو کا نام اس طرح پکارتی کہ آواز کی گونج بھی میری آواز سے زیادہ بھاری ہوتی۔

رومیو:- ارے یہ تو میری جان۔ میری روح ہے جو مجھے آواز دے رہی ہے۔ معشوقوں کی آواز رات کے وقت ایسی پیاری معلوم ہوتی ہے جیسے چاندی کی گھنٹیاں بجتی ہوں۔ اور عاشقوں کے کانوں کو وہ ایسی خوشگوار ہوتی ہیں۔ جیسے سماع کے متوالوں کو موسیقی کی صدائیں۔

جولیت:- رومیو!

رومیو:- پیاری کیا کہتی ہو؟

جولیت:- کل کے بجے اپنا آدمی تمھارے پاس بھیجوں؟

رومیو:- نو بجے۔

جولیت:- اچھا۔ اس میں فرق نہ ہوگا۔ مگر جب تک تو بیچ کا زمانہ بیس برس سے بھی زیادہ کٹھن گذرے گا۔ بھول گئی۔ کیوں تمھیں بلایا تھا؟

رومیو:- جب تک یاد آئے، میں یہاں موجود ہوں۔

جولیت:- پھر تو میں بھول بھول جاؤں گی کہ تم یہیں رہو۔ اور یہی یاد کرتی رہوں گی کہ تمھارا عشق اب دل میں کیسا نقش ہو گیا ہے۔

رومیو:- اور میں یہیں حاضر رہوں گا کہ تم بھولتی رہو۔ میں بھی اب سوائے اس در کے کسی در کو یاد نہ رکھوں گا۔

جولیت:- اب تو صبح ہونے کو ہے۔ بہتر ہے کہ چلے جاؤ۔ مگر اس سے زیادہ دُور نہ جانے دوں گی جتنا کہ صیاد طائروں کو پکڑنے کے لئے سدھے ہوئے پرندے کو جانے دیتا ہے۔ پھدک پھدک کر تھوڑی دور جاتا ہے کہ صیاد ریشم کی ڈوری کھینچ کر اُسے اپنے پاس لے آتا ہے۔ محبت اتنی ہے کہ وہ اپنی قید سے آزاد نہیں ہونے دیتی۔

رومیو:- کاش میں آپ کا ایسا ہی طائر گرفتار ہوتا۔

جولیت:- اور پیارے یہی کیفیت میری تمہارے لئے ہوتی لیکن میرے زیادہ پیار اخلاص سے تم جان سے نہ جاتے رہنا۔ اچھا۔ شب بخیر۔ شب بخیر۔ جدائی میں بھی وہ شیریں حزن و ملال ہوتا ہے کہ جی چاہتا ہے خدا حافظ کہتے کہتے صبح کر دوں۔

(جولیت بالا خانے سے چلی جاتی ہے)

رومیو:- تیری آنکھوں کو خواب شیریں اور تیرے دل کو سکون و قرار نصیب رہے۔ اے کاش میں تیری آنکھوں کی نیند اور تیرے دل کا سکون ہوتا۔ بس پیاری اب آرام کرو۔ میں تو اب پادری کے حجرے کو جاتا ہوں۔ کہ اس سے مدد مانگوں اور جو کچھ پیش آیا ہے، اُس کے سامنے بیان کروں۔

تیسرا منظر

(پادری لارنس کا حجرہ)

(پادری ہاتھ میں ایک ٹوکری لئے آتا ہے)

پادری لارنس:- صبح، اپنی ہلکی ہلکی زرد روشنی سے شب تیرہ تار پر مسکرانے لگی ہے۔ مشرق کی طرف بادلوں میں روشنی کی تحریریں نمودار ہو چلی ہیں۔ اور تاریکی ایک مےخوار کی طرح لڑکھڑاتی چال سے دن کی روشنی اور سورج کی کرن کا راستہ چھوڑ کر رخصت ہو رہی ہے اور آفتاب دن کو مبارک باد دینے کو جب اپنا آتشیں سر اونچا کرتا ہے تو رات کی رطوبتیں خشک ہو جاتی ہیں۔ پہلے میں اپنی ٹوکری تو زہریلی جڑی بوٹیوں اور رسیلے پھولوں سے بھر لوں یہ زمین۔ یہ خاک وہ ہے جس سے فطرت کی ہر شے پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر اسی میں رل مل کر مٹی ہو جاتی ہے۔ یہی زمین ہر چیز کی لحد بھی ہے اور اس کا بطن بھی۔ اور یہ بطن وہ ہے جس سے ہر رنگ اور روپ کی اولاد پیدا ہوتی اور پرورش پاتی ہے۔ اس خاک کی پیداوار میں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں بکثرت خواص ہوتے ہیں۔ کوئی شے ایسی نہیں جس میں کچھ نہ کچھ خاصیت نہ رکھی گئی ہو، لیکن خواص سب مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی تاثیر میں اچھا اور مفید۔ اور کوئی مضر اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ خواص جو جڑی بوٹی نباتات اور معدنیات میں پائے جاتے ہیں، پروردگار عالم نے اُن میں کیسی کیسی قوت رکھی ہے۔ کوئی بُری سے بُری چیز دنیا میں ایسی نہیں کہ صحیح استعمال سے وہ فائدہ نہ پہنچاتی ہو۔ اور کوئی اچھی سے اچھی چیز ایسی نہیں جو اپنے صحیح استعمال کے خلاف ہوتی جائے اور وہ اپنی اصلی خوبی سے متجاوز ہو کر نقصان نہ پہنچائے۔ اگر کوئی غیر چیز اُس میں شریک کر دی جائے تو وہ اپنا اصلی اثر پیدا نہیں کرتی۔ اچھی چیز بھی اگر اس کا استعمال غلط کیا جائے تو بُری ہو جاتی ہے۔ اور بُری چیز بھی گو اس میں بُرائی موجود ہوتی ہے اگر اپنے اثر سے اچھا نتیجہ پیدا کرے تو وہ اچھی ہو جاتی ہے۔ یہ نازک پھول جس کی ابھی تک کلی بھی نہیں بنی ہے اس میں زہریلے اور طبی خواص موجود ہیں۔ اگر کوئی اسے سونگھے گا تو جسم کے تمام اعضا کو تقویت ہو گی۔ اور اگر کوئی اسے چکھے گا تو تمام قوائے جسمانی مع دل کے اپنا فعل ترک کر دیں گے۔ اس طرح انسان ہو یا نباتات ہر ایک میں دو دشمن اپنا لشکر ڈالے پڑے ہیں۔ ان کی نیت میں خوبیاں بھی ہیں۔ اور خرابیاں بھی۔ اگر خرابیاں غالب ہیں تو پھر موت کا کیڑا اندر ہی اندر لگ کے کھا کر سب کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔

(رومیو آتا ہے)

رومیو:- پدر بزرگ و پاک۔ صبح کا سلام آپ کو پہنچے۔

پادری:- خدا تمھیں بھی سلامت رکھے۔ یہ کون ہے جو اتنا صبح سویرے مجھے محبت اور اخلاص سے سلام کرنے اپنے بستر سے اتنا جلد اُٹھ بیٹھا ہے۔ بڈھوں کی آنکھوں میں تو فکر ہر وقت سمایا رہتا ہے۔ جہاں فکر ہو وہاں نیند کہاں۔ اس طرح تمھارے جاگ اُٹھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تکلیف تمھیں رات کو رہی ہے اگر یہ نہیں ہے تو پھر میرا خیال صحیح ہے کہ آج شب کو رومیو اپنے بستر پر لیٹا ہی نہیں۔

رومیو:- بالکل درست فرمایا۔ مگر میں تو کل شب کو بڑی میٹھی نیند سویا تھا۔

پادری:- خدا گناہوں کو معاف کرے۔ کیا روزالین کے پاس رات گذاری۔

رومیو:- نہیں بابا۔ روزالین کے پاس نہ تھا۔ اس کا تو نام تک میں نے بھلا دیا ہے۔ اور اگر نام یاد آجاتا ہے تو افسوس ہوتا ہے

پادری:- واہ۔ واہ یہ تو تم نے بہت ہی اچھا کیا۔ دیکھو اب تم اچھے لڑکے ہو گئے۔ تو پھر بتاؤ کہ کہاں رہے؟

رومیو:- اس سوال کو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت آپ کو نہ ہو گی میں خود ہی عرض کرتا ہوں کہ رات میں اپنے خاندانی دشمن کے گھر ضیافت میں شریک ہوا تھا۔ وہیں تھا کہ یکایک کسی نے اس دل کو مجروح کیا۔ یا یہ سمجھیے کہ میں نے خود اپنے دل کو زخمی کیا۔ اب دونوں کا علاج آپ کی مدد اور تدبیر پر ہے۔ جسے میں نے ابھی اپنا دشمن کہا اب مجھے اس سے عداوت نہیں۔ جو درخواست میں نے آپ سے کی ہے۔ اگر وہ آپ نے منظور کی تو اس سے مجھے بھی وہی نفع پہنچیگا جو میرے دشمن کو پہنچے گا۔

پادری:- برخوردار۔ بات صاف کہو۔ اگر اس طرح چیستان بنا کر بات کہو گے تو پھر یہ مشکل کس طرح حل ہو گی۔ اور اگر حل ہوئی بھی تو ایک دوسری چیستاں پیدا ہو جائے گی۔

رومیو:- تو پھر سنئے کہ امیر کپولٹ کی حسین بیٹی پر میرا دل آ گیا ہے۔ اور جیسا عشق مجھے اُس سے ہے۔ ویسا ہی عشق اُسے مجھ سے ہو گیا ہے۔ دونوں دل مل کر ایک ہو گئے ہیں۔ اب ضرورت اس

کی ہے کہ آپ ہم دونوں کا عقد کرکے ہمیں یک جان وتن بنا دیں۔ رہا یہ کہ کب، کہاں اور کس طرح ہم دونوں کی ملاقات ہوئی۔ کس طرح ہم میں عشق والفت کی باتیں ہوئیں اور کیونکر ہم نے شادی کرنے کا وعدہ کرلیا۔ یہ سب باتیں میں آپ کو رستے میں بتاتا چلونگا لیکن عرض یہ ہے کہ آج ہی آپ ہمارا عقد کرنا منظور کرلیں۔

پادری:۔ قسم ہے فرانسس ولی مقدس کی۔ یہ کچھ عجیب کایا پلٹ ہوئی ہے! کیا روزالن جسے تم اپنا ہی سمجھنے لگے تھے بالکل ہی قطع تعلق ہوگیا؟ سچ ہے نوجوانوں کا عشق اُن کے دلوں میں نہیں۔ بلکہ نظروں میں ہوا کرتا ہے۔ جناب مسیح کی قسم جوان آدمی کل کی بات ہے کہ روزالن کے عشق میں تمھارے آنسو دونوں رخساروں پر بہا کرتے تھے۔ کیا اب وہ آنسو سب ہوا ہوگئے۔ کیا اب اُن آنسوؤں کا نمک روزالن کے عشق میں ذائقہ نہیں پیدا کرتا۔ کیا اب وہ چاشنی بھلی نہیں معلوم ہوتی۔ کیا اب اس کی چاہ میں کوئی لطف نہیں رہا۔ حدت آفتاب نے کبھی تمھاری آہوں کے غبار کو میری یاد سے دُور نہیں کیا ہے۔ اس وقت کی تمھاری آہ وفغاں ابھی تک مجھ بڈھے کے کانوں میں گونج رہی ہے۔ دیکھو اب تک تمھارے ان آنسوؤں کے نشان تمھارے رخساروں پر موجود ہیں۔ حقیقت میں اگر کبھی تم تم تھے کوئی اور نہ تھے اور عشق میں جو رنج واضطراب تم سے ظاہر ہوتا تھا وہ سچا رنج واضطراب تھا تو پھر تم اور تمھاری آہ وفغاں روزالن کے لئے تھی کسی اور کے لئے نہ تھی۔ تو کیا اب تم بالکل بدل گئے۔ اگر مرد میں ثبات اور استقلال نہ ہو تو پھر وہ عورت کے زوال کا باعث ہو جاتا ہے۔

رومیو:۔ آپ مجھے روزالن سے عشق کرنے پر کیوں اتنی سخت ملامت کرتے ہیں؟

پادری:۔ نہیں۔ اے عزیز میں تمھارے عشق پر تمھیں بُرا نہیں کہتا۔ بلکہ تمہارے تلون اور بے ثباتی پر تمھیں ملامت کرتا ہوں

رومیو:۔ تو پھر کیا حکم ہے؟ کیا اس عشق سے دست بردار ہو کر اُسے درگور کردوں؟

پادری:۔ درگور کرنے کے معنی تو یہ ہونگے کہ ایک کو قبر میں رکھا اور دوسری کو نکال کر اس سے عشق کرنے لگے۔

رومیو:۔ خدا کے لئے مجھے بُرا بھلا نہ کہئے جس سے مجھے اب عشق ہوا ہے وہ عشق کے بدلے عشق اور محبت کے بدلے محبت رکھتی ہے۔ روزالن میں یہ بات کہاں تھی۔

پادری:۔ وہ جانتی تھی کہ تمھارا عشق ایک ایسا سبق ہے جو تم نے بے سوچے سمجھے رٹ لیا ہے۔ لیکن اے جوان عشق کے ہرجائی۔ آؤ میری ساتھ چلو۔ ایک خیال سے میں تمھاری شادی کرنے کو تیار ہوں۔ ممکن ہے کہ یہ شادی آئندہ مبارک ثابت ہو یعنی تمھارے گھرانے میں جو عداوت مدت سے چلی آتی ہے وہ محبت اور خلوص میں تبدیل ہو جائے۔

رومیو:۔ بہت اچھا۔ تو اب یہاں سے چلئے۔ مجھے خود جلدی ہے۔

پادری:۔ نہیں۔ دیر آید درست آید۔ جو بے دیکھے بھالے دوڑتے ہیں وہی ٹھوکر کھا کر گرتے ہیں۔

(چلے جاتے ہیں)

چوتھا منظر

(ایک گلی)

(بنوالیو۔ اور مرکیتو آتے ھیں)

مرکیتو:۔ یہ چھلا وا رومیو کدھر نکل گیا۔ آج رات کو وہ گھر میں آیا تھا یا نہیں؟

بنوالیو:۔ ابھی ایک آدمی سے معلوم ہوا کہ اپنے باپ کے گھر تو وہ آیا نہیں۔

مرکیتو:۔ وہی زرد صورت۔ سنگدل عورت روزالن اس کی جوانی کو غارت کر رہی ہے۔ کیا عجب ہے کہ یہ رومیو اس عورت کے پیچھے بالکل ہی دیوانہ ہو جائے۔

بنوالیو:۔ سنتا ہوں کہ تائی بلت جو امیر کیپولت کا ایک عزیز ہے اُس نے رومیو کے باپ کو ایک خط لکھا ہے۔

مرکیتو:۔ واللہ۔ لڑنے کے لئے لکھا ہوگا۔

بنوالیو:۔ رومیو نے تائی بلت سے تنہا لڑنا منظور کرلیا ہے

مرکیتو:۔ ہاں جناب! جسے لکھنا آتا ہو وہی خط کا جواب بھی دے سکتا ہے۔

بنوالیو:۔ نہیں وہ خط کا جواب ہی نہ دے گا۔ بلکہ وہ اپنی جان کو بھی جواب دے گا۔ اور کہے گا کہ لڑنا ہے تو آؤ۔ میں لڑنے کو موجود ہوں۔

مرکیتو:۔ اگر یہی بات ہے تو پھر رومیو کو مرا سمجھو۔ ایک مہوش کی سیاہ آنکھوں نے تو اُسے پہلے ہی زخمی کر رکھا ہے عشق کے نغموں نے تیروں کی طرح کانوں کے پار ہو کر تو اس کی جان پر

بنا رکھی ہے۔ اور اندھے لڑکے کے روپ میں خدائے عشق نے اس کے دل کے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ بھلا رومیو تائی بلت سے کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔

بنوالیو:۔ آخر یہ "تائی بلت" ہے کون بلا؟

مرکیتو:۔ جی وہ "تائی بلت" نہیں۔ بلکہ "تی بلت" ہے۔ یعنی موذی اور شریر بلّوں کا بادشاہ۔ اور ماہرین آداب محفل کے لشکر کا سالارِ اعظم ہے۔ لڑائی دنگا فساد اس کے لئے ایسا ہی پُر لطف ہے جیسے نغمہ و سرود آپ کے لئے۔ لڑائی میں وقت فاصلہ اور موقع کے پہچاننے میں بڑا استاد ہے۔ آپ ایک دو تین بھی کہنے نہ پائیں گے کہ اس کا خنجر آپ کے سینے کے پار ہو جائے گا۔ پکا قصائی ہے۔ دشمن سے اکیلا لڑنے میں کامل ہے۔ صورت دیکھئے تو اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان کا شریف معلوم ہو۔ لیکن جھگڑے اٹھانے۔ چھیڑ نکالنے کے فن میں دوسرا اس کے برابر کا نہیں۔ کوئی فساد۔ کوئی جھگڑا اُٹھے اس کا پہلا سبب اور دوسرا سبب گھڑ کر بتانے میں اُسے ذرا دیر نہیں لگتی۔

بنوالیو:۔ یہ اخیر جملہ آپ نے کیا کہا؟

مرکیتو:۔ ان قلابازوں، آوازیں بنا بنا کر باتیں کرنے اور عجیب و غریب انداز اختیار کرنے والوں کو خدا اگر طاعون بھیج کر غارت کر دے تو بھلا ہو۔ لیکن قسم ہے کہ تلوار کا بڑا دھنی ہے۔ مگر! پیچ کی بھی بہت لیتا ہے۔ یار۔ ذرا دیکھو تو ان ذلیل کیڑے مکوڑوں سے ہمیں کیسی کیسی اذیتیں پہنچتی ہیں؟ یہ تائی بلت تو وبا تو بنا ہو جاتی ہے کہ یہاں بھی ہے اور وہاں بھی۔ ہر جگہ اپنی بکواس۔ یا وہ گوئی ساتھ لئے پھرتا ہے۔ یہ تو اُن میں ہے جو بن بن کر بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ دوسروں سے پیش آتے ہیں۔ اور بات بات پر کہتے ہیں "معاف کیجیئے گا" "گستاخی معاف ہو"۔ یہ نئے نئے قاعدوں اور طریقوں کے اس شدت سے پابند ہوتے ہیں کہ پُرانے طریقوں سے کچھ واسطہ ہی نہیں رکھتے۔ جہاں میں نے ان کی زبان سے "بہت خوب"۔ "بجا اور درست" سُنا تو تن بدن میں بس آگ ہی لگ جاتی ہے۔

(رومیو آتا ہے)

بنوالیو:۔ لیجئے۔ وہ رومیو آ رہا ہے۔

مرکیتو:۔ یوں فرمائیے کہ کُل رومیو نہیں۔ بلکہ اس کا ایک حصہ آ رہا ہے۔ رومیو میں سے "رو" کو پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ اور "میو" یعنی "وائے من" تشریف لا رہے ہیں۔ بھلے چنگے آدمی سے سوکھی ہوئی مچھلی بن گیا ہے۔ عشق کی اتنی راگنیاں الاپنی کہاں سے سیکھ گئے۔ شاعر پترارک نے بھی اپنی معشوقہ لارا کی شان میں اتنے اشعار نہ کہے ہوں گے۔ حالانکہ لارا پیارے رومیو کی معشوقہ کے مقابلے میں ایک باورچن معلوم ہوتی ہے۔ روزالن کی تعریف کے لئے تو عشق بھی اول درجہ کا ہونا چاہیئے۔ روزالن کے مقابلہ میں تو دایدو ایک ڈھڈو۔ کلابطرہ ایک کنچن۔ ہیلن اور ہیرو بالکل ذلیل عورتیں معلوم ہوتی ہیں۔ تھسبی میں ساری خوبی یہ تھی کہ آنکھ کی پتلی سیاہ تھی۔ لیکن روزالن کے مقابلہ میں انھیں سے کوئی بھی کچھ نہ تھی۔ سینیور رومیو فرمائیے مزاج اچھا ہے کل شب کو تو آپ نے ہمیں اچھا دھوکے میں رکھا۔

رومیو:۔ دونوں صاحبوں کو سلام۔ میں نے آپ کو دھوکے میں کیا رکھا؟

مرکیتو:۔ بجا ہے۔ جھوٹا سکہ تو اسے ہی کہتے ہیں کہ اوپر چاندی ہو اور اندر تانبا۔

رومیو:۔ کام بڑا ضروری تھا۔ اور جو حالت میری آج کل ہو رہی ہے اُس میں تھوڑی سی بداخلاقی قابل معافی ہے۔

مرکیتو:۔ مطلب یہ کہ آپ کا کام وہ تھا کہ جس میں پشت جھکتے جھکتے دوتا ہو جاتی ہے۔

رومیو:۔ آپ کی مراد تعظیم و اخلاق سے ہو گی۔

مرکیتو:۔ واللہ بڑی مہربانی فرمائی۔ واقعی خوب سمجھے .... اس وقت جو باتیں ہم میں آپ میں ہو رہی ہیں، کیا وہ عشق میں آہیں بھرنے سے بہتر نہیں ہیں۔ اب آپ وہ ہو گے جو حقیقت میں تھے۔ طبیعت اور فطرت دونوں اعتبار سے۔

بنوالیو:۔ بس۔ بس۔ اب اس تقریر کو ختم کیجئے۔ آگے کچھ نہ کہئے

مرکیتو:۔ کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اُس سے آگے کچھ نہ کہوں؟

بنوالیو:۔ ہاں۔ آگے کچھ کہو گے تو قصہ طول پکڑے گا۔

مرکیتو:۔ نہیں۔ آپ کو دھوکہ ہوا۔ قصہ تو اور مختصر ہو جائے گا۔

رومیو:۔ ادھر ملاحظہ کیجئے۔ یہ کیا تماشا آتا ہے؟

(دایہ اور پطرس آتے ہیں)

مرکیتو:۔ بادبان۔ بادبان۔ سایہ کا پھیلاؤ اور گھیر تو ملاحظہ ہو۔

بنوالیو:۔ جی ہاں۔ ایک سایہ ہے اور ایک پتلون بھی۔ (یعنی ایک عورت ہے اور ایک مرد بھی)

دایہ:۔ بطرس!

بطرس:۔ فرمائیے۔

دایہ:۔ ذرا میری پنکھیا مجھے دے دینا۔

مرکیتو:۔ ہاں بطرس۔ پنکھیا ضرور دو۔ تاکہ اپنا منہ چھپالیں۔ پنکھیا کی صورت اُن کی صورت سے بہتر ہے۔

دایہ:۔ شریفو! صبح کا سلام قبول ہو۔

مرکیتو:۔ ہاں۔ شریف بی بی دن کا سلام قبول ہو۔

دایہ:۔ کیا یہ دن کے سلام کا وقت ہے؟

مرکیتو:۔ ہاں۔ اس سے کم نہ سمجھئے گا۔

دایہ:۔ کیا آپ دونوں صاحبوں میں سے کوئی بتا سکتے ہیں کہ نوجوان رومیو اس وقت کہاں ملیں گے۔

رومیو:۔ ہاں میں بتا سکتا ہوں۔ لیکن جب سے آپ نے انھیں ڈھونڈنا شروع کیا ہے اور جب تک وہ آپ کو ملیں اس میں تو اتنا عرصہ لگے گا کہ انسان جوان سے بڈھا ہو جائے۔ اگر کوئی اور خرابی نہ ہو تو فدوی ہی کو رومیو کہتے ہیں۔

دایہ:۔ بات اچھی کہی۔ اگر آپ رومیو ہیں تو مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔

بنوالیو:۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضیافت کا بُلاوا دینے کی تکلیف کی ہے۔ رومیو۔ اب تو آپ اپنے والد کے مکان کو چلیں۔ ہمیں وہیں کھانا کھانا ہے۔

رومیو:۔ اچھا۔ آپ چلیں۔ میں تمھارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔

مرکیتو:۔ اے بڑی بی ضعیفہ محترمہ۔ بندہ آپ کو خدا حافظ کہتا ہے۔ (مرکیتو گاتا ہے) بڑی بی۔ بڑی بی۔

(مرکیتو اور بنوالیو چلے جاتے ہیں)

دایہ:۔ ہاں بیٹا تمھیں بھی خدا کو سونپا۔ (رومیو سے پوچھتی ہے) میاں بتاؤ تو یہ شہدا گستاخ آدمی کون تھا۔ اس کی تو رگ رگ میں شرارت بھری ہے۔

رومیو:۔ نہیں دایہ۔ وہ بڑا شریف آدمی ہے۔ مگر اُن لوگوں میں ہے جو اپنی باتوں پر خود فدا رہتے ہیں۔ جتنی ایک منٹ میں باتیں کرتا ہے اتنی ایک مہینے میں سنتا نہیں۔

دایہ:۔ اگر اس نے پھر مجھے کچھ کہا تو میں بُری طرح اس کی خبر لوں گی۔ چاہے وہ ہو۔ چاہے اس سے بیس گنے زیادہ بکواسی شیطان ہوں۔ اور اگر بن پڑا تو انھیں بلالوں گی جو اس کی اچھی طرح درگت بنائیں۔ شیطان۔ بدمعاش۔ میں ہنسی دل لگی والی عورت نہیں ہوں۔ اور نہ ان میں ہوں جو نکمی بیٹھی رہتی ہیں۔ اور میاں تم بھی بڑے ہی بزدل نکلے۔ وہ مجھے بُرا بھلا کہتا رہا اور تم کھڑے سُنا کئے۔

رومیو:۔ میں نے تمھیں بُرا بھلا کہتے کسی کو سُنا نہیں اور اگر کوئی کچھ کہتا اور میں سُنتا تو یہی خنجر اس کے سینے میں بھونک کر اس کا کام تمام کر دیتا۔ میں نے تو جہاں بات چیت میں کسی کی زیادتی دیکھی وہیں تلوار سونت کر وار کر بیٹھتا ہوں۔ مگر اتنی شرط ضرور ہے کہ قانون اور انصاف میری طرف ہو۔

دایہ:۔ قسم خدا کی۔ میں اس وقت اتنی بے حال ہوں کہ سر سے پاؤں تک تھرتھر کانپ رہی ہوں۔ پاپی۔ شیطان کہیں کا۔ اچھا میاں۔ تم سے ایک بات کہنی ہے۔ میری بیگم نے حکم دیا ہے کہ آپ کو تلاش کرکے آپ سے ملاقات کروں۔ اور جو بات آپ سے کہنے کی ہے اُسے اپنے ہی تک رکھوں۔ پہلی بات جو پوچھنے کی ہے وہ یہ ہے جیسی کہ کہاوت چلی آتی ہے کہ کہیں میری بیگم کو سبز باغ تو نہیں دکھا رہے ہو۔ اگر ایسا ہوا ہے تو بڑی بیجا بات ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ شریف لڑکی بہت ہی کم سن ہے۔ اگر تم نے کوئی دھوکے کی بات اس کے ساتھ کی تو شریفوں کے ساتھ ایسا کرنا بڑی معیوب بات ہو گی۔ اور وہ بالکل دغا اور فریب سمجھا جائے گا۔

رومیو:۔ اپنی بیگم سے میرا بہت بہت سلام کہنا۔ اور میری نسبت کوئی کلمہ خیر بھی ضرور کہنا۔

دایہ:۔ دل کے بڑے اچھے نکلے۔ قسم ہے۔ اتنی بات تو میں بیگم سے ضرور کہوں گی۔ قسم ہے وہ تو تمھاری بڑی ہی اچھی بیوی ہو گی

رومیو:۔ دایہ! تم اُن سے کیا کہو گی؟ تم میرا مطلب بھی سمجھ گئی ہو؟

دایہ:۔ سنو صاحب۔ میں اپنی بیگم سے کہوں گی کہ شریف ادمیوں سے جو پیام سلام دینے کا دستور ہے اُسی طرح تم اُس سے شادی کرنی چاہتے ہو۔ یہی تمھارا مطلب ہے نا؟

رومیو:۔ اور اُن سے یہ بھی کہنا کہ کسی ترکیب سے ایسی صورت پیدا کریں کہ آج ہی تیسرے پہر تک عقد ہو جائے۔ اور وہ پادری لارنس کے حجرے میں چلی آئیں۔ وہیں عقد بھی ہو جائے گا۔ دایہ آپ نے واقعی بڑی تکلیف اُٹھائی۔ لیجیے یہ اپنے پاس رکھیے۔

دایہ:- نہیں میاں۔ میں تم سے ایک حبہ بھی نہ لوں گی۔

رومیو:- بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ نہیں۔ آپ کو یہ لینا ہوگا

دایہ:- اچھا تو آج تیسرے پہر کھیتے ہونا۔ تو میری بیگم پادری کے مکان پر اُس وقت آجائیں گی۔

رومیو:- دایہ ذرا ٹھیرو۔ تم بھی اس وقت گرجا کے پچھواڑے موجود رہنا۔ اور ابھی میں اپنا آدمی بھیجوں گا۔ اُس کے پاس رسیوں کی ایک سیڑھی ہوگی جو وہ تمھیں دے گا۔ اس کے سہارے میں مسرت وشادمانی کے اُونچے سے اُونچے ستون پر چڑھ جاؤں گا اچھا خدا حافظ! دیکھو بات کی پکی رہنا۔ اس تکلیف کا میں تمھیں اور بھی معاوضہ دوں گا۔ اپنی بیگم سے میرا بہت بہت سلام کہنا۔ اور میری سفارش بھی اُن سے کرنا۔

دایہ:- تم سلامت رہو۔ مگر سنتے ہو میاں!

رومیو:- دایہ۔ کیا کہتی ہو؟

دایہ:- جس آدمی کو میرے پاس بھیجنے کو کہتے ہو۔ وہ پیٹ کا ہلکا تو نہیں ہے۔ کہ بات دوسرے سے کہدے۔ تم نے وہ مثل تو سُنی ہوگی کہ اگر تین مل کر کوئی بات سوچیں۔ اور ایک اُن میں سے کم ہوجائے تو پھر بات پھوٹتی نہیں۔

رومیو:- یقین مانو۔ دایہ۔ میرا آدمی تو بات کا ایسا پکا ہے جیسے فولاد۔

دایہ:- سنتے ہو میاں! یہ میری بیگم تو بڑی ہی پیاری بیگم ہے چھوٹی سی تھی جب ہی سے بڑی پیاری باتیں کیا کرتی ہے۔ شہر میں ایک بڑا رئیس ہے۔ نام اس کا پارس ہے۔ وہ میری بیگم سے بیاہ کرنے پر لوٹ تھا۔ مگر یہ ننھی سی جان مرے مینڈک کو دیکھ کر نہ ڈرے مگر اس کی صورت دیکھتے ہی سہم جاتی تھی۔ جب کبھی میں کہتی ہوں کہ پارس تو بڑا خوبصورت جوان ہے تو مجھ سے خفا ہوجاتی ہے یقین جانو جہاں میں نے اس کا نام لیا تو چہرہ اس کا زرد پڑجاتا ہے۔ اچھا میاں بتاؤ تو روزمری کا پھول اور تمھارا نام لکھنے میں تو ایک ہی حرف سے شروع ہوتا ہے نا؟ بھلا اس حرف کا کیا نام ہے؟

رومیو:- اسے "رے" کہتے ہیں۔

دایہ:- ارے قسمت! تو یہ حرف وہی ہوا نا جسے پُرانے لوگ کُتّے والا حرف کہا کرتے تھے "رے" کا حرف تو .... نہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ کسی اور حرف سے نام شروع ہوتا ہے۔ اور میری بیگم تو اُس حرف کو جس سے روزمری کا نام شروع ہوتا ہے بہت ہی مبارک سمجھتی ہیں۔ یہ بات سنکر بھی تمھیں خوش ہونا چاہیئے۔

رومیو:- دایہ۔ اپنی بیگم سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور میری سفارش بھی کرنا۔

دایہ:- میاں۔ ایک دفعہ نہیں۔ ہزار دفعہ۔

(رومیو چلا جاتا ہے)

بطرس! بطرس!!

بطرس:- فرمایئے۔ کیا حکم ہے؟

دایہ:- ذرا میری پنکھیا لے کر میرے ساتھ چلو۔ اور مجھ سے پہلے گھر پہنچ جاؤ۔

(دایہ چلی جاتی ہے)

پانچواں منظر

(امیر کیپولٹ کا باغ)

(جولیٹ آتی ہے)

جولیٹ:- گھنٹے میں ٹھیک نو بجے تھے کہ دایہ کو یہاں سے بھیجا تھا۔ کہہ گئی تھی کہ آدھے گھنٹے میں واپس آجاؤں گی۔ ممکن ہے کہ رومیو اسے ملا نہ ہو۔ مگر یہ نہیں ہوسکتا۔ مشکل تو یہ ہے کہ چلنے میں لنگڑاتی بہت ہے۔ عاشقوں کے نامہ بر تو سرعت خیال کی طرح سورج کی کرن سے بھی دس گنے زیادہ تیز پا ہوتے ہیں۔ اور کرن جوں جوں آگے بڑھتی ہے کالے کالے پہاڑوں سے تاریکی دُور ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ معبودۂ عشق کی قمریاں جو اُسے بہت ہی پیاری ہیں کیوپڈ سے بھی زیادہ تیز اُڑتی ہیں اب تو شعاع آفتاب اپنے سفر میں سامنے والی اُونچی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئی ہے۔ ۹ بجے سے بارہ بجے تک تو پورے تین گھنٹے ہوگئے۔ مگر دایہ ابھی تک نہ پھری۔ اگر وہ بھی جوان ہوتی اور کسی کا اتنا ہی عشق دل میں رکھتی ہوتی تو رفتار میں تیر سے بھی زیادہ تیز ہوتی۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ میرے عاشق کو سنائے گی۔ اور جو کچھ عاشق کہے گا وہ مجھ سے آکر کہے گی۔ لو۔ خدا کا شکر ہے وہ آگئی

(دایہ اور بطرس آتے ہیں)

جولیٹ:- اچھی میری ددا۔ کیا خبر لائیں۔ کہو ملاقات ہوئی تھی؟ اس آدمی کو تو یہاں سے دُور کرو۔

دایہ:- بطرس! تم کچھ دیر کو یہاں سے چلے جاؤ۔ دروازے پر

ٹھیرے رہنا۔

(بطرس چلا جاتا ہے)

جولیٹ :- اچھی میری پیاری ددا۔ ارے خدایا۔ تم نے تو کیسی بری صورت بنا رکھی ہے۔ خبر جو کچھ لائی ہو خواہ وہ کتنی ہی رنج دہ ہو، خوش ہو کر سُنا دو۔ اگر خبر اچھی ہے تو خوشخبری کی صدائے جاں فزا کہو۔ خشک منہ بنا کر شرمندہ نہ کرو۔

دایہ :- بیٹی! میں تھک گئی ہوں۔ ذرا تو دم لے لینے دو۔ مگر میری تو ہڈی ہڈی پھوڑا ہو رہی ہے۔ ہائے جی کیسا نڈھال ہے۔

جولیٹ :- ددا۔ کاش تمھاری ہڈیاں میری ہڈیوں جیسی ہوتیں۔ جو کچھ خبر لائی ہو اُسے میں سن لیتی۔ اچھا بس اب تو دم لے لیا۔ خبر سُناؤ۔

دایہ :- قسم ہے تم بھی کتنی جلدی کرتی ہو۔ کیا تھوڑی دیر کو بھی صبر نہیں کیا جاتا۔ دیکھتی نہیں ہو۔ میرا دم کیسا چڑھا ہے۔ پیٹ میں سانس تو سماتا نہیں۔

جولیٹ :- اگر دم اتنا ہی پھولا ہے تو یہ کیوں کر زبان سے نکلا کہ "پیٹ میں سانس نہیں سماتا" جواب جو لائی ہو وہ تو کہنے میں اتنا بھی نہ ہوگا کہ "دم پھول رہا ہے"۔ دیر کیوں لگاتی ہو۔ جواب کیوں نہیں بتاتیں۔ جو کچھ بھی وہ ہوگا سُن کر صبر کروں گی۔ اتنا تو اطمینان کردو کہ خبر اچھی لائی ہو یا بری۔

دایہ :- سنو بیٹی۔ جسے تم نے پسند کیا ہے اس میں سراسر حماقت کی ہے۔ تمھیں شوہر تلاش کرنا آتا نہیں۔ رومیو نہیں۔ میں اُسے کچھ نہیں کہتی۔ چاہے صورت شکل کا کیسا ہی اچھا ہو پھر بھی ناچنے میں کوئی اُسے نہیں پہنچتا۔ رہ گئے ہاتھ پاؤں یا دھڑ تو اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ دوسرا اس کی ٹکر کا نہیں۔ مروت۔ محبت۔ بات چیت میں بس پھول سمجھو۔ اور یقین مانو غریب تو ایسا ہے جیسے بھیڑ کا بچہ ہو۔ بس جاؤ بیٹی۔ خدا کو یاد کرو کھانا کھا چکی ہو نا؟

جولیٹ :- نہیں۔ ابھی نہیں۔ لیکن ددا تم نے اب تک جو کچھ کہا یہ تو سب مجھے پہلے سے معلوم تھا۔ مجھے تو یہ پوچھنا ہے کہ شادی کے بارے میں اُس نے کیا کہا؟ ساری بات پوچھنے کی تو یہی تھی۔ اس کا بھی کچھ جواب ملا یا نہیں۔

دایہ :- ارے کوئی بتائے تو مارے درد کے سر پھٹا جاتا ہے۔ ہائے۔ یہ سر بھی کیسی مصیبت ہو گئی؟ اتنی چپکیں اُٹھ رہی ہیں کہ سر کے ٹکڑے اُڑتے معلوم ہوتے ہیں۔ اور میری پیٹھ۔ ہائے میری پیٹھ خدا سب کے گناہ معاف کرے۔ بیٹی۔ اب تم مجھے باہر کسی کام کو نہ بھیجنا بس بیگم۔ معاف کرو۔ سارے میں ٹامک ٹوئیے مارنے میں تو ایک دن یہ جان ہی جاتی رہے گی۔

جولیٹ :- افسوس! میرا تو بڑا جی کُڑھتا ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ تمھاری اتنی بری حالت ہو جائے گی۔ لیکن ددا پیاری اتنا تو بتا دو کہ میرے محبوب رومیو نے کیا جواب دیا؟

دایہ :- آپ کے محبوب رومیو نے ایک بڑے معقول شریف زادے کی طرح بات کی۔ اور بڑے خلق اور مہربانی سے پیش آیا۔ اور بڑی نرمی اور مروت سے بات چیت کی۔ یقین جانو وہ بڑا ہی شکیل اور نیک بخت جوان ہے۔ تمھاری اماں جان کہاں ہیں۔

جولیٹ :- میری اماں جان کہاں ہیں۔ ہوں گی کہاں۔ اندر ہی ہوں گی۔ دایہ۔ تم بھی کیسا جواب دیتی ہو۔ جو کچھ تم نے اب تک بتایا وہ یہ ہے کہ "تمھارے عاشق نے بات کی۔ وہ شریف اور شکیل ہے۔ تمھاری اماں جان کہاں ہیں؟" اس کے سوا اب تک تو تم نے کچھ بتایا نہیں۔

دایہ :- ارے میرے خدا۔ پیاری بیگم۔ اتنی کیوں خفا ہوتی ہو اِدھر آؤ۔ یہ نگوڑی یا لیپ جو کچھ ہے کیا میری ہڈیوں پر لگایا جائے گا بیوی اب سے جو پیام سلام کرنا ہو خود ہی کرنا۔ مجھے بیچ میں نہ ڈالنا

جولیٹ :- بات میں عجیب الجھن پڑتی جاتی ہے۔ کچھ بتاؤ گی بھی کہ رومیو نے کیا کہا؟

دایہ :- تم نے شادی کی اجازت بھی لے لی ہے؟

جولیٹ :- ہاں یہی سمجھو کہ اجازت لے لی ہے۔

دایہ :- تو پھر تم پادری لارنس کے گھر ابھی چلی جاؤ۔ اور وہاں ایک دولھا تمھارے لئے بالکل تیار موجود ہے۔ کیوں اتنی بات سنتے ہی تو چہرہ بشاش ہو گیا۔ اور اتنا سُن کر تو اور نہال ہو جاؤ گی کہ اس کے بعد فوراً ہی گرجا میں شادی کے لئے جانا ہوگا۔ اور مجھے ایک اور کام بھی ہے کہ رسیوں کی ایک سیڑھی لانی ہے جس سے آپ کے یہ عاشق جھٹ پٹا ہوتے ہی کسی پیڑ پر چڑیا کا گھونسلا اُتارنے چڑھیں گے۔ مجھے دُکھ پہنچتے ہیں تو تم خوش ہوتی ہو۔ اچھا بس۔ اب جاؤ۔ میں بھی کھانا کھانے جاتی ہوں۔ تم پادری لارنس کے حجرے کی طرف سدھارو۔

(چلی جاتی ہے)

چھٹا منظر

(پادری لارنس کا حجرہ)

(پادری اور رومیو آتے ہیں)

پادری:- خدا یہ شادی مبارک کرے۔ اور اس کے بعد کوئی رنج یا تکلیف قسمت میں نہ اُترے۔

رومیو:- آمین۔ آمین۔ دکھ درد جو کچھ قسمت میں اُترے مگر وہ اس خوشی اور لذت کا پاسنگ بھی نہ ہوگا جو ایک آن واحد کے لئے جولیت کے دیدار میں نصیب ہوگی۔ کیا آج آپ پاک اور متبرک الفاظ پڑھ کر ہم دونوں کا عقد کر دیں گے۔ تو پھر موت جو عاشقوں کو زندہ کھا جاتی ہے جب چاہے آئے۔ بس اتنا ہی کافی ہے کہ جولیت میری ہو جائے۔ اور میں اُسے اپنا کہہ سکوں۔

پادری:- ان انتہا درجہ کی مسرتوں کا انجام انتہا درجہ کے رنج و غم میں ہوا کرتا ہے۔ اور عین غلبۂ انبساط میں وہ اس طرح اُڑ کر غارت ہو جاتی ہیں جیسے بارود میں آگ لگا دی۔ میٹھے سے میٹھا شہد بھی اپنی شیرینی کی وجہ سے دوبھر ہو جاتا ہے۔ اور اشتہا مر جاتی ہے۔ پس عشق کرو۔ مگر اعتدال کے ساتھ۔ اور یہی معتدل عشق دیرپا ہوتا ہے۔ جس میں عجلت ہوگی تو پھر اس کی وہی حقیقت ہوگی کہ جتنی جلدی کرو گے کام بگڑے گا۔

(جولیت آتی ہے)

لو وہ جولیت بھی آگئی۔ سُبک پائی کا یہ عالم ہے کہ پاؤں پڑنے پر پھولوں کی پنکھڑیاں بھی پامال نہیں ہوتیں۔ عاشق اگر تارِ عنکبوت پر سوار ہو کر اُڑے گا تب بھی وہ اپنے بوجھ سے نہ گرے گا۔ دنیا کا کبر و پندار بڑی ہلکی چیزیں ہیں۔ عشاق جس مسرت و انبساط کو محسوس کرتے ہیں اس کی اصلیت کچھ نہیں ہوتی۔

جولیت:- میں اپنے نیک نفس اور پاک باطن پیر و مرشد کو سلام عرض کرتی ہوں۔

پادری:- بیٹی تمھارے اس سلام کا شکریہ ہم دونوں کی طرف سے رومیو ادا کرے گا۔

جولیت:- میں تو اس کی بھی شکرگذار ہوں۔ خود رومیو کو شکریہ ادا کرنا تو ایک زیادتی ہوگی۔

رومیو:- آہ جولیت اگر تیرے نشاط و انبساط کا پیمانہ میری طرح لبریز ہے تو پھر تیرا یہ کام ہے کہ انھیں اپنے اصلی رنگ میں بیان کرے۔ اور اپنے لحن جاں پرور سے فضا میں انبساط پیدا کرکے۔ اس مسرت کو ظاہر کرے جو اس وقت کی ملاقات میں ہم دونوں کو نصیب ہے۔

جولیت:- تخیل جب کہ وہ الفاظ سے زیادہ اپنی اصلیت میں وزن رکھتا ہو اس وقت وہ اصلیت کی بہ نسبت اپنے ظاہری حسن کی زیادہ تعریف کرتا ہے۔ وہ عشق جس کا اندازہ ہو سکے کفران عشق ہے میرا عشق تو اتنا زیادہ ہے کہ اس کا اندازہ غیر ممکن ہے۔

پادری:- اچھا آؤ۔ اب دونوں میرے ساتھ چلو۔ میں اس قصہ ہی کو ختم کئے دیتا ہوں۔ کیونکہ اب آپ کو ایک دوسرے سے علیحدگی اُس وقت تک گوارا نہیں ہو سکتی جب تک کہ کلیسا آپ دونوں کو ملا کر ایک نہ کر دے۔

(سب چلے جاتے ہیں)

جزوِ ثالث

پہلا منظر

(شارع عام)

(مرکیتو۔ بنوالیو۔ ایک غلام اور چند ملازمین آتے ہیں)

بنوالیو:- اچھے مرکیتو۔ میرا کہنا یہ ہے کہ جس طرح بن پڑے یہاں سے نکل چلو۔ گرمی سخت ہے۔ اور کپولٹ کے آدمی گھروں سے باہر نکل کر چکر لگا رہے ہیں۔ اگر اُن سے مڈبھیڑ ہوگئی تو پھر بغیر فتنہ فساد کے بچکر نکلنا دشوار ہوگا۔ گرمی بھی ان دنوں اس بلا کی پڑ رہی ہے کہ وحشت و دیوانگی کا ایک ہیجان خون میں پیدا ہو گیا ہے۔

مرکیتو:- واہ۔ واہ۔ آپ بھی اُن لوگوں میں سے ہیں کہ جہاں شراب خانے میں قدم رکھا تلوار تو چھن سے میز پر میرے سامنے رکھ دی۔ اور

کہنے لگے: "خدا نہ کرے مجھے تمھاری ضرورت پڑے"! لیکن جب دوسرے پیالے کا نشہ چڑھا تو جس نے شراب پلائی تھی اُسی پر ہاتھ صاف کرنے لگے۔ حالانکہ یہ بالکل غیر ضروری بات تھی

بنوالیو:۔ کیا میرا شمار ایسے لوگوں میں ہے؟

مرکیتو:۔ تم تو غصے میں ایسے بھوت بن جاتے ہو کہ سارے ملک میں ڈھونڈے سے نہ ملے۔ ذرا سی بات پر غصہ آجاتا ہے اور ذرا سی ہی بات پر غصہ کے لئے ہر وقت طبیعت آمادہ رہتی ہے

بنوالیو:۔ یہ کن کی نسبت آپ ایسا کہہ رہے ہیں؟

مرکیتو:۔ اگر دو آدمی بھی آپ جیسے نظر آئیں تو آناً فاناً میں دونوں نظر سے غائب ہو جائیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو مار کر کچھ بھی باقی نہ رکھیں۔ رہا آپ کا لڑاکا پن تو آپ تو اتنی بات پر بھی لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ دوسرے کی ڈاڑھی میں آپ کی ڈاڑھی سے ایک بال کم یا زیادہ کیوں ہے۔ اگر کوئی میٹھا بادام پھوڑتا ہو تو اس سے آپ محض اتنی سی بات پر ہاتھا پائی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ اُس کی آنکھ کی پتلی بادامی رنگ کی کیوں ہے؟ تمھارے سر میں تو دنگا فساد اسی طرح بھرا رہتا ہے جیسے انڈے میں سپیدی زردی ہو۔ لڑائی کے لئے تمھارا دماغ اس طرح چکر میں رہتا ہے جیسے کوئی سپیدی زردی پھینٹے۔ اور اتنی پھینٹے کہ انڈے سے بچہ نکلنا ممکن نہ رہے۔ تم تو اتنی سی بات پر دوسرے سے لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہو کہ وہ کھانسا کیوں تھا؟ کیونکہ اس کے کھانسنے سے تمھارا کتا جو دھوپ میں پڑا سوتا تھا جاگ اُٹھا تھا۔ کیا ایک درزی سے آپ اس بات پر جھگڑا کرنا بھول گئے کہ اُس نے ایسٹر کے تہوار سے پہلے نئی صدری کیوں پہنی تھی۔ ایک اور آدمی سے آپ کا جوتا اس بات پر چلا تھا کہ اُس نے پرانے جوتے میں نئے فیتے کیوں ڈالے۔ اس حال پہ بھی آپ مجھے جھگڑا کرنے پر نصیحتیں کرتے ہیں۔

بنوالیو:۔ اگر میں بھی آپ کی طرح ہر وقت لڑنے پر تیار رہا کرتا تو اپنی جان دوسرے کے قبضے میں کئے ہوئے اب تک کم سے کم سوا گھنٹہ گذر گیا ہوتا۔

مرکیتو:۔ ارے میاں یہ غصہ دُور بھی کرو۔ تم تو نرے گاؤدی ہو۔

بنوالیو:۔ سر عزیز کی قسم۔ لو دیکھو۔ وہ کیولٹ والے آن دھمکے

مرکیتو:۔ ہماری پیزار سے۔ آئے تو ہمیں کس کی پرواہ ہے

(تائی بلت اور اس کے ساتھی آتے ہیں)

تائی بلت:۔ دوستو۔ تم دونوں میرے نزدیک ہی رہنا دیکھو میں ان دونوں سے کچھ بات کرتا ہوں۔ شریفو۔ دن کا سلام قبول ہو۔ آپ سے مجھے کچھ کہنا ہے۔ ایک بات سُنئے۔

مرکیتو:۔ کیا ایک ہی بات کہنی ہے۔ اور وہ بھی ہم دونوں میں سے کسی ایک سے۔ بہتر ہوتا کہ بات کے ساتھ کچھ اور بھی ہوتا۔ آؤ نا۔ بات کے ساتھ کچھ اور بھی ہو جائے۔

تائی بلت:۔ ہاں اگر آپ نے موقع دیا تو ہم سے بعید نہ سمجھئے گا

مرکیتو:۔ کیا بغیر موقع دیئے آپ خود کوئی موقع پیدا نہ کریں گے؟

تائی بلت:۔ مرکیتو! سُنا ہے کہ آپ نے رومیو کو اپنی سنگت کا کر لیا ہے۔

مرکیتو:۔ تو کیا آپ نے ہمیں گویا۔ یا سرنگیا سمجھا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر آپ کو بُری سے بُری باتیں سننی پڑیں گی۔ لیجئے۔ میری سرنگی کا تو یہ کمانچہ (تلوار کی طرف اشارہ کرکے) حاضر ہے۔ دیکھئے یہ آپ کو کیسا ناچ نچاتا ہے؟ خیال کرنے کی بات ہے کہ رومیو کو یہ ہماری سنگت کا آدمی کہتا ہے۔

بنوالیو:۔ یہ باتیں شارع عام پر کرنی زیبا نہیں۔ کہیں تنہائی کی جگہ چلئے۔ وہاں یا تو ٹھنڈے دل سے اپنی اپنی شکایتوں کا تصفیہ ہو۔ یا پھر اپنی اپنی راہ لیجئے۔ یہاں تو سب کی آنکھیں ادھر ہی لگی ہیں۔

مرکیتو:۔ آنکھوں کا کیا ہے۔ وہ تو دیکھنے کے لئے ہوا ہی کرتی ہیں کسی کی خوشی ناخوشی کی ہمیں کب پرواہ ہے۔ میں اپنی بات سے ٹلنے والا آدمی نہیں۔

(رومیو آتا ہے)

تائی بلت:۔ اچھا مرکیتو۔ اب مجھے آپ سے کچھ مطلب نہیں جس آدمی سے مطلب تھا وہ آگیا۔

مرکیتو:۔ مگر وہ آدمی آپ کے گھرانے کا نہیں ہے۔ آدمی سے مطلب آپ کا نوکر سے ہے نا؟ قسمیہ کہتا ہوں کہ اگر آپ سے لڑنے کے لئے کوئی جگہ بتادی تو وہ آپ کے پیچھے ہونے گا۔ اور اس اعتبار سے آپ اُسے اپنا آدمی یا نوکر کہہ سکتے ہیں۔

تائی بلت:۔ رومیو۔ مجھے تم سے اتنی نفرت و خصومت ہے کہ اس سے بہتر کوئی جملہ تمہاری نسبت نہیں کہہ سکتا کہ "تم سچے

حرامی ہو۔"

رومیو:۔ آپ کا لحاظ کرنے کی ایک خاص وجہ ہے۔ اس لئے آپ کے اس بیہودہ جملے پر جو غصہ آنا چاہیئے اُس میں کمی ہوجاتی ہے۔ میں حرامی نہیں ہوں۔ اچھا بس رخصت۔ میری موجودہ حالت میں آپ مجھ سے واقف نہیں ہیں۔

تائی بلت:۔ صاحبزادے! یہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اس سے وہ ہتک اور توہین رفع نہیں ہوتی جو آپ میری کرچکے ہیں۔ اس لئے آیئے۔ تلوار کے دو دو ہاتھ ہوجائیں۔ بس تلوار کھینچیئے۔

رومیو:۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے کبھی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ مجھے آپ کا بہت لحاظ ہے۔ اور اس کی وجہ آپ اس وقت تک نہیں جان سکتے جب تک آپ کو وہ معلوم نہ ہو۔ آپ خاندان کپولت کے ایک رکن ہیں۔ اب تو مجھے کپولت کے نام کا بھی اتنا ہی ادب اور لحاظ ہے جتنا کہ اپنے نام کا۔ بس اب آپ اپنا غصہ دور کردیں۔

مرکیتو:۔ رومیو لعنت ہے تمھاری اس نرمی اور سلامت روی پر۔ اس میں تو بے عزتی اور بے غیرتی انتہا درجہ پر مغلوب ہوجاتی ہے۔ اب تو تلوار ہی سے جو فیصلہ ہونا ہے ہوگا۔ تائی بلت گندی۔ غلیظ۔ بلیوں کے گرو تو تو چوہوں کا پکڑنے والا بڑا ذلیل آدمی ہے۔ ٹانگوں میں دُم سمیٹ کر بھاگتا کیوں نہیں ؟

تائی بلت:۔ تم میرا کیا کرلوگے ؟

مرکیتو:۔ ارے بلیوں کے سردار سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تیری نو جانوں میں سے ایک جان لے لوں گا۔ اور پھر جیسا موقع ہوا باقی آٹھ کو بھی کچل کر ملیامیٹ کردوں گا۔ تم قبضہ پکڑ کر چمڑے کے نیام سے اپنی تلوار کیوں نہیں نکالتے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر تمھاری تلوار نکلے اُدھر میں تمھاری روح قبض کرلوں۔

تائی بلت:۔ پھر آؤ نا۔ میں تم سے لڑنے کو تیار ہوں۔

رومیو:۔ شریف مرکیتو۔ تلوار نیام میں کرلو۔

مرکیتو:۔ آیئے جناب۔ دو دو ہاتھ ہوجائیں۔

(دونوں لڑتے ہیں)

رومیو:۔ بنوالیو۔ تم اپنی تلوار کا ایسا ہاتھ لگاؤ کہ ان دونوں کی تلواریں ہاتھ سے چھُٹ کر زمین پر گر جائیں۔ شریفو۔ شرم نہیں آتی۔ اس جھگڑے کو دُور کرو۔ تائی بلت۔ مرکیتو۔ کیا کرتے ہو بادشاہ وقت کا خاص طور پر حکم ہے کہ شہر کے گلی کوچوں میں کوئی لڑے نہیں۔ تائی بلت جانے دو۔ مرکیتو جانے دو۔

[رومیو دونوں کو چھڑانے کے لئے بیچ میں آجاتا ہے۔ مگر تائی بلت رومیو کے بازوؤں کے بیچ میں خالی جگہ پاکر مرکیتو کے سینے میں اپنی تلوار کی نوک بھونک دیتا ہے اور پھر مع اپنے ساتھیوں کے بھاگ جاتا ہے۔]

مرکیتو:۔ دشمن کی تلوار نے مجھے زخمی کیا ہے۔ خدا غارت کرے ان دونوں گھرانوں کو۔ میرا تو کام ہی تمام ہوگیا۔ کیا وہ بھاگ گیا اس کے چوٹ نہیں آئی ؟

بنوالیو:۔ کیا زخم زیادہ آیا ہے ؟

مرکیتو:۔ ہاں۔ کچھ خراش سی معلوم ہوتی ہے۔ مگر خراش کیا موت کے لئے اُسے کافی سمجھو۔ میرا غلام کہاں ہے۔ ذرا اس سے کہو کسی جراح کو بلا لائے۔

(غلام جاتا ہے)

رومیو:۔ ہمت نہ ہارو۔ زخم زیادہ گہرا نہیں ہوسکتا۔

مرکیتو:۔ ہاں۔ زخم اتنا گہرا نہیں ہے جیسے کوئی کنواں ہو۔ اور نہ زخم اتنا چوڑا ہے جیسے گرجا کا دروازہ۔ مگر جان لینے کو کافی ہے۔ اور وہ اپنا کام کرچکا ہے۔ کل میرا حال پوچھوگے تو معلوم ہوگا کہ مرکیتو قبر میں پہنچ گیا۔ مجھے تو سارا چھلنی کردیا ہے۔ میں اب جینے کے مطلب کا نہیں رہا۔ خدا ان دونوں کو طاعون بھیج کر غارت کردے۔ غضب ہے کہ ایک کتا۔ ایک چوہا کسی کو نوچے اور اُسے موت آجائے۔ ایک پاجی بدمعاش حرامی کے ہاتھوں جو لڑنے میں مشاق تھا میرا مرنا لکھا تھا۔ تم بیچ میں کیسے آگئے تھے۔ اُس نے تمھارے دونوں بازوؤں کے بیچ سے موقع پاکر مجھے کاری زخم پہنچایا۔

رومیو:۔ میں تو بہتری کے خیال سے بیچ میں آگیا تھا۔

مرکیتو:۔ بنوالیو۔ مجھے کسی مکان میں لے چلو۔ ورنہ مجھے اب غش آنے کو ہے۔ خدا ویرونہ کے ان دونوں خاندانوں کو دنیا سے غارت کرے۔ مجھے تو انھوں نے کیڑوں کا کھاجا بنا دیا۔

(مرکیتو اور بنوالیو چلے جاتے ہیں)

رومیو:۔ یہ شریف مرکیتو بادشاہ ویرونہ کا قریب کا عزیز تھا اور میرا بڑا دوست تھا۔ میری وجہ سے وہ زخمی ہوا۔ تائی بلت کی اس حرکت سے میری بدنامی ہی بدنامی ہوگی۔ جولیت سے رشتہ ہوئے ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا۔ پیاری جولیت تیرے حسن نے تو مجھے عورتوں کی طرح بزدل بنا دیا۔ اور میری طبیعت میں ہمت و

جوانمردی کے فولاد کو موم کردیا۔

(بنوالیو دوبارہ آتا ہے)

بنوالیو:- رومیو۔ رومیو۔ مرکیتو گزر گیا۔ وہ بہادر رُوح جو دنیا کو قبل از وقت نفرت کرنے لگی تھی اُڑ کر بادلوں سے بھی زیادہ بلند ہوگئی۔ آج کی بدقسمتی آئندہ کی خبر دیتی ہے۔ یہ تو مصیبتوں کی ابتدا ہے۔ آئندہ خدا جانے اور کیا کیا آفات نازل ہوں گی۔ دیکھئے وہ غضب آلودہ تائی بلت پھر ادھر آرہا ہے۔

رومیو:- خود جیتا جاگتا اپنی کامیابی پر خوش ہے۔ مرکیتو غریب تو اپنی جان سے گیا۔ بس رعایت اور مروت دل سے دُور ہو۔ اور اے نگاہ قہر آلود اب تو میرا ساتھ دے۔

(تائی بلت پھر آتا ہے)

تائی بلت جو بدزبانی تم نے میرے ساتھ کی تھی اس کا جواب سنو۔ کیونکہ مرکیتو ابھی مرا ہے اس کی روح ہمارے سروں سے زیادہ اُونچی نہیں اُٹھی ہے۔ وہ انتظار میں ہے کہ دونوں کا ساتھ ہوجائے اور اب تو تمھاری یا میری یا دونوں کی روحیں مرکیتو کے ساتھ ساتھ آسمان پر پہنچیں گی۔

تائی بلت:- ارے بدنصیب چھوکرے تو اس کا بہت ساتھ دیا کرتا تھا۔ آ۔ اب میں پھر تیرا ساتھ کرائے دیتا ہوں

رومیو:- (تلوار کھینچ کر کہتا ہے) ہاں اس کا فیصلہ ابھی ہوا جاتا ہے۔

(دونوں لڑتے ہیں۔ تائی بلت مارا جاتا ہے)

بنوالیو:- رومیو۔ بھاگ۔ بھاگ۔ کسی طرح یہاں سے نکل جا شہر والے ہشیار ہوگئے ہیں۔ اور تائی بلت مارا گیا ہے۔ حیرت سے اس طرح بت بنا کھڑا نہ رہ۔ بادشاہ ویرونہ کہیں تیرے قتل کا حکم نہ سنا دے۔ اگر گرفتار ہوگیا تو پھر موت کے سوا کچھ نہیں جس طرح ہو یہاں سے بھاگ جا۔

رومیو:- مجھے تو میری تقدیر نے بے وقوف بنا یا ہے۔

بنوالیو:- کھڑا کیوں ہے۔ بھاگتا کیوں نہیں؟

(رومیو چلا جاتا ہے)

(شہر والے موقع واردات پر آتے ہیں)

پہلا شہر والا:- وہ کدھر گیا جس نے مرکیتو کو جان سے مارا ہے اس کا قاتل تو تائی بلت ہے۔ وہ کس رستے گیا ہے؟

بنوالیو:- تائی بلت تو یہ پڑا ہے۔

پہلا شہر والا:- اچھا جناب۔ آپ میرے ساتھ چلیں بادشاہ کا حکم سن لیجئے۔ اس حکم کی تعمیل ضروری ہے۔

[بادشاہ ویرونہ مع اپنے وزیر اور امیر مونتیگ اور امیر کیپولت اور ان کی بیگمات کے آتا ہے]

بادشاہ:- جس مردود نے اس فساد کی ابتدا کی ہے وہ کہاں ہے؟

بنوالیو:- خدا بادشاہ کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ میں کل کیفیت عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ مہلک فساد بدقسمتی سے شروع کس طرح ہوا۔ یہ آدمی جو حضور کے سامنے مرا پڑا ہے اُسے رومیو نے مارا ہے۔ اور اسی آدمی نے جو مرا پڑا ہے مرکیتو کو ہلاک کیا تھا۔

بیگم کیپولت:- ارے۔ کیا میرے بھتیجے مرکیتو کو۔ ہائے میرے بھائی کے لخت جگر۔ بادشاہ سلامت۔ ہائے بھتیجے۔ ہائے شوہر۔ یہ کیسا خون ہوگیا۔ بادشاہ سلامت حضور کے مزاج میں انصاف ہے۔ ہمارے اس خون کے بدلے میں مونتیگ کے آدمی کا خون لیا جائے۔ ہائے بھتیجے۔ ہائے بھتیجے

بادشاہ:- بتاؤ۔ فساد کس سے شروع ہوا تھا؟

بنوالیو:- سارے فساد کی جڑ تائی بلت تھا۔ جو رومیو کے ہاتھ سے یہاں مرا پڑا ہے۔ رومیو نے تائی بلت سے گفتگو بہت نرمی سے کی تھی۔ اور کہا کہ تائی بلت جس بات پر آپ لڑتے ہیں وہ بہت ہی خفیف ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ دیکھو تمھاری اس حرکت پر بادشاہ سلامت سخت ناراض ہوں گے۔ یہ کل گفتگو رومیو نے بڑی شرافت اور نرمی سے کی۔ آنکھیں نیچی کئے گھٹنے زمین پر ٹیکے نرمی عاجزی سے یہ سب کچھ کہا۔ لیکن اس کی باتوں کا تائی بلت کے قہر و عتاب پر مطلق اثر نہ ہوا۔ اُس نے مصالحت کی طرف سے اپنے کان بہرے کرلئے۔ اور اپنی تیز فولادی تیغ سے مرکیتو کے سینے پر وار کیا۔ مرکیتو کو بھی غصہ آگیا۔ اور وہ کلہ بکلہ جواب کرنے لگا۔ لیکن تائی بلت میں پھرتی بہت تھی۔ اس نے مرکیتو کے وار کا جواب کیا۔ رومیو چیختا ہی رہا " دوستو۔ دوستو۔ کیوں لڑتے ہو؟" پھر اس نے اپنی تلوار کا ایک ہاتھ لگا کر دونوں لڑنے والوں کی تلواروں کو زمین پر گرانا چاہا۔ اور وہ خود ان کے بیچ میں آگیا۔ جونہی رومیو بیچ میں آیا۔ تائی بلت نے اس کی بغل کی طرف سے اپنی تلوار کی نوک مرکیتو کے سینے میں بھونک دی۔ اس زخم سے مرکیتو جاں بر نہ ہوسکا

اس کے بعد تائی بلت بھاگ گیا۔ لیکن تھوڑی دیر میں وہ پھر رومیو کے پاس آیا۔ اُسے دیکھتے ہی رومیو کے دل میں انتقام لینے کا جوشش پیدا ہوا۔ اور دونوں بجلی کی سی سرعت کے ساتھ بھڑ گئے میں اُنھیں جدا کرنے کو اپنی تلوار کھینچ بھی نہ سکا کہ مضبوط تائی بلت زمین پر مرا پڑا تھا۔ تائی بلت کے گرتے ہی رومیو موقع سے بھاگ گیا۔ یہ جو کچھ حضور کے سامنے میں نے عرض کیا بالکل صحیح اور درست ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر بنوا لیو گردن زدنی ہے۔

بیگم کپولت:۔ یہ تو مونٹیگ کے عزیزوں میں ہے۔ ان کی محبت اس سے جھوٹ بلوا رہی ہے۔ جو کچھ اُس نے کہا وہ سچ نہیں ہو سکتا اس فساد میں قریب قریب بیس آدمیوں کے شریک تھے۔ اور ان بیسوں نے مل کر ایک جان لی ہے۔ میں انصاف چاہتی ہوں اور انصاف حضور کو کرنا ہی پڑے گا۔ رومیو نے تائی بلت کو مارا ہے۔ اب رومیو کی جان سلامت نہ رہنی چاہئے۔

بادشاہ:۔ رومیو نے تائی بلت کو قتل کیا۔ اور اس سے پہلے تائی بلت مرکیتو کی جان لے چکا تھا۔ اب مرکیتو کی جانِ عزیز کا خونبہا کون دے گا؟

امیر مونٹیگ:۔ حضور۔ رومیو اس کا ذمہ دار نہیں۔ وہ مرکیتو کا دوست تھا۔ رومیو کی غلطی اگر کچھ ہے تو وہ اتنی ہے کہ جو سزا قانونی طور پر تائی بلت کو ملتی وہ رومیو نے خود اسے دے دی

بادشاہ:۔ بس اسی غلطی اور جرم کی سزا میں ہم حکم دیتے ہیں کہ رومیو جلا وطن کیا جائے۔ فوراً ہماری عملداری سے وہ نکل جائے۔ تم لوگوں کی اس عداوت میں میرے ایک عزیز کا خون ہو گیا۔ اس لئے میں تم دونوں پر ایسا سخت جرمانہ کرتا ہوں کہ میرے اس عزیز کے قتل پر تم ہمیشہ نادم و پشیمان رہو۔ اب کوئی عذر میں نہ سنوں گا۔ نہ تمھاری زاری نہ تمھاری التجا اس نالائق حرکت کا بدرقہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے اب تم یہ کچھ نہ کرو رومیو کو فوراً شہر سے نکل جانا چاہیئے۔ اگر اب کسی نے اُسے یہاں دیکھا تو دیکھتے ہی موت کے حوالے کر دیا جائے گا۔ مرکیتو کی لاش اُٹھائی جائے۔ اور جو حکم میں نے دیا ہے اس کے مطابق عمل ہو۔ قاتلوں کو معاف کرنا خود معاف کرنے والے کے حق میں ارتکاب قتل کے برابر ہوتا ہے۔

دوسرا منظر

(امیر کپولت کا باغ)

(جولیٹ آتی ہے)

جولیٹ:۔ سورج دیوتا کے گھوڑو۔ دیوتا کے گھر تک سرپٹ اُڑ جاؤ۔ اس کا رتھ بان تمھیں موت کی طرف جانے کے لئے کوڑے مارتا ہے۔ تاکہ گھر پہنچتے ہی اندھیری رات کو حاضر کر دو۔ رات بھی وہ جس میں عشق اور الفت کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ اے رات! تو اپنا سیاہ پردہ سب پر ڈال دے۔ تاکہ جاسوسوں سے آنکھ بچا کر رومیو میرے کنار اُلفت میں آ جائے۔ نہ کوئی اُسے دیکھے۔ اور نہ ہماری الفت کا کہیں چرچا ہو۔ رات، تو جلد کیوں نہیں آتی؟ اور اے سیاہ ابروؤں والی شب جس میں عشق کی باتیں ہوا کرتی ہیں تو میرے رومیو کو کیوں مجھے نہیں دیتی؟ جب دن کا اُجالا میرے پاس ہو گا تو پھر یہ رات، دن ہو جائے گی۔ اور رات کے سیاہ پردوں پر دن ایسا روشن نظر آئے گا جیسے زاغ سیاہ کے پروں پر برف چمکتی ہو۔ اے رات! مہربان رات، جلد آ! اور میرے رومیو کی صحبت مجھے نصیب کر۔ اور جب وہ زندہ نہ رہے تو اُسے یہاں سے اُٹھا لے جا۔ اور اُسے کاٹ کر بہت سے چھوٹے چھوٹے ستارے بنا جس سے آسمان کا چہرہ اور بھی حسین ہو جائے اور وہ دن کے سورج کا پوجنا چھوڑ دے۔ عشق مول تو لے لیا ہے، مگر ہائے ابھی مال پر قبضہ نہیں ہوا۔ خود بک چکی ہوں۔ مگر ابھی تک کوئی حظ نہیں اُٹھایا۔ یہ دن تو اُس رات کی طرح کاٹے نہیں کٹتا جس کی صبح کوئی تہوار ہو۔ میرا حال تو اس بچے کا سا ہو گیا ہے جس کے لئے اچھے اچھے کپڑے سلے رکھے ہوں۔ مگر پہننے کو ابھی نہ دیئے گئے ہوں۔ اے لو۔ وہ میری دایہ بھی آ گئی۔ یہ ضرور کچھ خبر لائی ہو گی۔ جس زبان پر رومیو کا نام ہو اس میں کیسی لطافت اور شیرینی ہوتی ہے!

(دایہ رسیوں کا ایک ڈھیر لئے آتی ہے)

دایہ۔ کہو کیا خبر لائیں؟ کیا یہ رسیاں جن کے لانے کو رومیو نے کہا تھا، تم خود اُٹھا کر لائی ہو؟

دایہ:۔ ہاں۔ ہاں۔ وہی رسیاں تو ہیں۔

(رسیاں زمین پر پٹخ دیتی ہے)

جولیٹ:۔ یہ سب کچھ تو کیا۔ کچھ خبر بھی لائیں؟ ہاتھ اس طرح

کیوں ملتی ہو؟

دایہ:- ہائے ہائے، وہ تو مر گیا! مر گیا! ہائے، ہائے۔ مر گیا! بیگم تمہارا کام بگڑ گیا۔ غارت ہو گیا۔ افسوس تو اس نامشاد نامراد دن پر ہے۔ وہ اپنی جان سے گیا۔ مارا گیا! مر گیا!

جولیٹ:- کیا یہ فلک ایسا جفا کار نکلا!

دایہ:- فلک تو نہیں۔ مگر رومیو تو ایسا ہی جفا کار نکلا۔ ہائے رومیو بھلا کون سمجھ سکتا تھا۔ کسے اس کی خبر تھی؟ ہائے رومیو!

جولیٹ:- یہ شیطان کون ہے جو مجھے اس طرح اذیت پہنچا رہا ہے اذیت بھی وہ جس میں درد سے چیختے چیختے ساری دوزخ کو بھی سر پر اُٹھا لیا جائے۔ کیا رومیو نے اپنی جان خود اپنے ہاتھ سے لی؟ اگر تم نے اتنا کہا کہ "ہاں" تو پھر تمھاری یہ زبان میرے حق میں زہر ہلاہل ہو گی۔ اور اگر تم نے "ناں" کہا تو پھر میں نہیں۔ اگر تمھیں "ناں" کہنا ہے تو پھر یہ آنکھیں بند ہو جانی ہی بھلی۔ اگر کسی نے اُسے قتل کیا ہے تو کہو "ہاں" اگر ایسا نہیں ہے تو کہو "نہیں" بس یہی مختصر جملے ہیں جن پر میرے رنج و راحت کا دار مدار ہے۔

دایہ:- میں نے تو خود ان آنکھوں سے اس کا زخم دیکھا تھا۔ دشمن بخیر۔ یہاں سینے پر ایک بڑا گھاؤ تھا۔ ہائے کیسا بے جان۔ سر سے پاؤں تک خون میں تھڑا پڑا تھا۔ رنگت اتنی زرد تھی جیسے پیلی مٹی ہو۔ لال لال لہو میں سارا رنگا ہوا تھا۔ مجھے تو دیکھتے ہی غش آ گیا۔

جولیٹ:- اے دل! اپنے ٹکڑے اُڑا دے۔ تو تو اب دیوالیہ ہو گیا۔ دکان بڑھا۔ کسی قید خانے میں چلا جا تاکہ تیری آنکھیں پھر آزادی کو نہ دیکھ سکیں۔ اور اے خاک کے پتلے تو بھی خاک میں مل اے حس و حرکت تم بھی مٹ جاؤ۔ بس اب میں اور میرا رومیو ایک ہی تابوت کو زینت بنائیں گے۔

دایہ:- ہائے تائی بلت! ہائے تائی بلت! تجھ سے زیادہ میرا کوئی دوست و غمخوار نہ تھا۔ مہربان تائی بلت۔ شریف تائی بلت ہائے میں تجھے مرتے ہوئے دیکھنے کو کیوں جیتی رہی؟

جولیٹ:- ارے یہ کیسی آندھی ہے کہ کبھی اس رُخ چلتی ہے کبھی اُس رُخ۔ رومیو مارا گیا ہے۔ یا تائی بلت مرا ہے؟ تائی بلت تو میرا بڑا عزیز ماموں زاد بھائی تھا۔ اور رومیو میرا پیارا شوہر تھا۔ بس اب اسرافیل سے کہو کہ وہ اپنا صُور قیامت پھونکیں۔ اگر یہ دونوں مرے ہیں تو پھر کون زندہ رہا؟

دایہ:- ہاں بیگم۔ تائی بلت مارا گیا۔ اور رومیو کو دیس نکالا ملا۔ رومیو نے تائی بلت کو مارا اور اُسے جلا وطنی کا حکم ملا ہے

جولیٹ:- خدایا۔ کیا رومیو کے ہاتھ سے تائی بلت کا خون ہوا ہے؟

دایہ:- ہاں۔ ہاں۔ اسی کے ہاتھ سے خون ہوا ہے۔ ہائے کیسی بُری گھڑی آ گئی جو یہ خون ہوا۔

جولیٹ:- اے میری جان! اے میرے دل! تو تو مار قاتل تھا جو پھولوں جیسی صورت میں چھپا تھا۔ یا کوئی خونی اژدہا تھا کہ پُر فضا غار میں پوشیدہ تھا۔ اے ظالم حسین و رعنا۔ فرشتے کی صورت میں شیطان! اے زاغ سیاہ جس کے پر قمری کی طرح اُجلے اور سپید تھے! اے بز معصوم جو بھیڑیے کی طرح پھاڑ کھانے کو تیار تھا! پاکیزہ شکل میں قابل نفرین تو دہ خاک! ظاہر میں جیسا تو تھا باطن میں کیسا اس سے برعکس نکلا۔ تو ایک دوزخی عارف و پارسا تھا۔ تو ایک معزز نفس شریر تھا۔ فطرت۔ تجھے دوزخ سے کیا واسطہ تھا۔ کیوں تو نے ایک شیطانی رُوح کو حسن و خوبی سے آراستہ کر کے اُسے بہشتی جسم میں آسودہ کیا؟ کیا کوئی کتاب ایسی خوبصورت اور زرّیں جلد مگر ناپاک مضامین سے پُر کہیں اور بھی تھی؟ ہائے مکر و فریب کیا تمھارے رہنے کا مکان اتنا خوشنما اور عالی شان ہو سکتا تھا؟

دایہ:- مردوں میں تو کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہو سکتی جس سے اُن کا اعتبار ہو۔ نہ وہ ایمان رکھتے ہیں نہ دیانت داری۔ جتنے ہیں سب جھوٹی قسمیں کھانے والے ہوتے ہیں۔ ارے میرا آدمی کہاں ہے؟ تھوڑا سا عرق تو مجھے پینے کو دے۔ ان غموں اور مصیبتوں نے تو مجھے بڑھیا کر دیا۔ رومیو۔ شرم و غیرت تیرا ناس کھوئے۔

جولیٹ:- تیری زبان پر چھالے پڑیں جو تو رومیو کو ایسی بد دعائیں دے۔ وہ ندامت و شرمندگی کی زندگی جینے پیدا نہیں ہوا ندامت اور بے شرمی کو اس کی پیشانی پر ظاہر ہونے میں خود شرم آتی ہے۔ اُس کی پیشانی تو وہ تخت ہے جس پر عزت کو تاج شاہی پہنا کر بٹھایا گیا ہے۔ وہی تنہا بادشاہ اس کُل روئے زمین کا ہے۔ میں بھی نری جانور تھی کہ اس کی شان میں میری زبان سے سخت الفاظ نکلے۔

دایہ:- تو کیا آپ اس کی تعریف کرتی ہیں جس نے آپ کے

ماموں کے بیٹے بھائی کو قتل کیا؟

جولیٹ :- تو کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں اُسے بُرا کہوں جو میرا شوہر ہے۔ پیارے شوہر! میں تو ابھی تین ہی گھنٹے کی بیاہی تھی۔ کہ میں نے اپنی زبان سے تیرے نام کو زخمی کیا۔ اب وہ کونسی زبان ہوگی جو تیرے نام کو اس کی اصلی عزت ووقعت پر پھر قائم کرے۔ شوہر اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ تو نے کیوں میرے عزیز تائی بلٹ کو جان سے مار ڈالا تو اس کا جواب میں خود ہی دوں گی کہ اگر ایسا نہ کرتا تو پھر یہ نالائق عزیز میرے شوہر کو مار ڈالتا۔ آنسوؤں کی لڑیو اپنے سرچشمہ کی طرف پلٹ جاؤ۔ تمہارے قطرے تو رنج وافسوس لئے ہوا کرتے ہیں۔ مگر یہ میری غلطی تھی۔ اب تو انہیں قطروں کو خوشی کے آنسو سمجھنا چاہئے۔ میرا شوہر زندہ ہے۔ جسے اگر تائی بلٹ کا بس چلتا تو مار ڈالتا۔ مگر اب یہی تائی بلٹ جو میرے شوہر کو ہلاک کرتا مرچکا ہے۔ یہ واقعہ تو میرے اطمینان کا باعث ہے۔ پھر میں کیوں روؤں لیکن جو بات مجھے مارے ڈالتی ہے اُسے میں خوشی سے بھول بھی جاؤں مگر وہ حافظہ سے کسی طرح دُور نہیں ہوتی۔ اور دماغ میں سماکر اس طرح وہ ستاتی ہے جیسے مجرموں کو ان کے جرموں کی یاد ہر وقت سہمائے رکھتی ہے۔ تائی بلٹ تُو تو مارا گیا۔ اور رومیو کو دیس نکالا ملا۔ دیس نکالا ایسا جملہ ہے جو دس ہزار تائی بلٹوں کی موت سے بھی زیادہ صدمے کی چیز ہے۔ اگر تائی بلٹ کی موت ہی تک بات رہتی تو وہ ایک افسوسناک واقعہ ضرور تھا۔ اور یہی کافی تھا کہ میں دس ہزار تائی بلٹوں کی موت پر رنج وافسوس کرتی مگر اس کے ساتھ کسی اور مصیبت کا آنا بھی ضروری تھا۔ دایہ نے جہاں تائی بلٹ کی موت کی خبر سنائی تھی اس کے بعد یہ کیوں نہ کہا کہ میری ماں اور میرے باپ دونوں مرگئے۔ اس خبر کو سن کر میں معمولی طور پر رو پیٹ لیتی لیکن تائی بلٹ کی موت کے بعد جو جملہ دایہ نے کہا وہ یہ تھا کہ رومیو کو دیس نکالا ملا۔ یہ بات تو ماں باپ، تائی بلٹ، رومیو اور جولیٹ کے مارے جانے سے بھی بدتر ہے۔ "رومیو کو دیس نکالا ملا" یہ جملہ تو وہ ہے جس کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا نہ خاتمہ۔ یہ تو موت کے برابر ہے۔ کوئی دوسرا نقصان ایسا نہیں جو رنج اور افسوس پر اس طرح آمادہ کرتا ہو۔ دایہ۔ میرے والد اور میری والدہ کہاں ہیں؟

دایہ :- تائی بلٹ کی لاش پر رو پیٹ رہے ہیں۔ اگر وہاں جانا چاہتی ہو تو میں پہنچا دوں؟

جولیٹ :- کیا وہ تائی بلٹ کے زخموں کو آنسوؤں سے دھو رہے ہیں؟ جب تک ان کے آنسو خشک ہو کر ختم ہوں گے تو میری آنکھوں میں بھی رومیو کی جلاوطنی پر روتے روتے ایک آنسو نہ رہے گا۔ دایہ۔ یہ رسیاں تو یہاں سے ہٹاؤ۔ غریب رسیو! تم نے بھی دھوکا کھایا۔ میں اور تم دونوں دھوکے میں رہے۔ رومیو تو جلاوطن کر دیا گیا۔ اُس نے تمہیں میری خوابگاہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنانا چاہا تھا۔ ہائے میں تو کنوارپنے ہی میں بیوہ ہوگئی۔ رومیو۔ آؤ۔ دایہ۔ آؤ۔ میں اپنی شادی کی سیج پر جاتی ہوں۔

دایہ :- بہتر ہے۔ اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔ تمہاری تسکین کے لئے میں رومیو کو ڈھونڈ کر لاتی ہوں۔ جہاں اس وقت وہ ہے وہ جگہ مجھے معلوم ہے۔ سنتی ہو بیگم۔ تمہارا رومیو آج رات کو یہاں آئے گا۔ پادری لارنس کے حجرے میں وہ چھپا بیٹھا ہے میں وہیں اس کے پاس جاتی ہوں۔

جولیٹ :- ہاں دایہ۔ اُسے ضرور تلاش کرو۔ اور ملے تو یہ انگوٹھی بطور نشانی کے میرے بہادر رومیو کو دینا۔ اور کہنا کہ رخصتی ملاقات کو ضرور آئیں۔

(چلی جاتی ہے)

تیسرا منظر

(پادری لارنس کا حجرہ)

(لارنس آتا ہے)

رومیو :- باہر آجاؤ۔ باہر۔ اے خوفناک آدمی مصیبتوں کو تو تیری خوبیوں کے ساتھ عشق ہوگیا ہے۔

(رومیو آتا ہے)

پادری :- پیارے فرزند۔ تو تو مصائب وآلام کی صحبت سے خوب مانوس ہے۔ بادشاہ نے جو سزا تیرے لئے تجویز کی ہے اُس کی خبر لایا ہوں۔

رومیو :- تو کیا بادشاہ کا حکم موت کی سزا سے کچھ کم کا ہے؟

پادری :- ہاں۔ بادشاہ کی زبان سے سزا خفیف تجویز

ہوئی ہے۔ موت کی سزا نہیں ہے۔ صرف جلا وطنی کی سزا دی گئی ہے۔

رومیو:۔ جلا وطنی! ارے رحم کرو۔ یہ کہو کہ موت تجویز ہوئی ہے۔ کیونکہ موت سے کہیں زیادہ میں جلا وطنی سے ڈرتا ہوں۔ جلا وطنی کا لفظ زبان سے نہ نکالو۔

پادری:۔ ویرونہ سے تم شہر بدر کئے گئے۔ صبر کرو۔ ملک خدا تنگ نیست۔

رومیو:۔ ویرونہ کی چار دیواری سے باہر دنیا کہاں ہے؟ وہاں تو اذیت و آزمائش کی جگہوں کے سوا بلکہ دوزخ کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ جلا وطنی تو دنیا سے دیس نکالا ہوئی۔ اسے تو موت سے برا سمجھئے۔ جلا وطنی کی سزا تو موت کی سزا کا دوسرا نام ہے۔ جلا وطنی تو موت ہی کو کہتے ہیں۔ آپ تو سونے کے تیز تیشہ سے میرا گلا کاٹتے ہیں۔ اور جو ضرب مجھے جان سے مارے گی اُس پر مسکراتے بھی ہیں۔

پادری:۔ ارے یہ کیسی ناشکری اور احسان فراموشی ہے۔ قانون کے مطابق تو تمھارا جرم سزائے موت کا مستوجب تھا۔ لیکن مہربان اور رحمدل بادشاہ نے رعایت کر کے قانون کو ایک طرف کر دیا۔ اور موت کے لفظ کو اپنی زبان پر نہ آنے دیا۔ یہ تو اُس کی نرمی اور رعایا پروری تھی۔ مگر افسوس تم اُسے کچھ نہیں سمجھتے۔

رومیو:۔ یہ رحم نہیں۔ بلکہ انتہا درجے کی ایذا رسانی ہے۔ بہشت تو وہاں ہے جہاں جولیئٹ رہتی ہے۔ ہائے اُس بہشت میں کتا، بلی، چوہا بلکہ ذلیل سے ذلیل جان تک رہے۔ اس کی صورت دیکھے۔ مگر رومیو کو اس کی اجازت نہ ہو۔ مکھیوں اور مچھروں تک کو عزت قرب و صحبت رہے۔ اور محروم رہے تو رومیو۔ یہ سب تو جولیئٹ کے گورے گورے ہاتھوں پر بیٹھیں اور اُس کے لبوں سے جو دوشیزگی کی نفاست میں اپنے ہی ملنے کو گناہ کا بوسہ سمجھ کر حیا اور شرم سے سُرخ رہیں، غیر فانی برکتیں حاصل کریں۔ لیکن رومیو کو ان برکتوں سے کچھ نصیب نہ ہو۔ کیونکہ وہ تو جلا وطن کر دیا گیا۔ مکھیوں اور مچھروں تک کو تو جولیئٹ کا قرب نصیب ہو مگر مجھے وہاں سے اُڑ جانے کا حکم ہو۔ سب تو وطن میں آزاد رہیں اور مجھے دیس نکالا ملے۔ اس پر بھی آپ فرماتے ہیں کہ جلا وطنی موت نہیں ہے۔ پادری۔ کیا تیرے پاس کوئی ایسا زہر یا کوئی تیز مسان رکھا ہوا خنجر نہیں ہے جس سے میری موت یکایک ممکن ہو۔ میں تو مرنے کے لئے جلا وطن کیا گیا ہوں۔ ارے پادری، دوزخی بھی جب دوزخ میں ہوتے ہیں تو اس لفظ کو زبان پر لانے میں درد و عذاب سے چیختے ہیں۔ تُو تو بڑا خدا رسیدہ آدمی ہے۔ لوگ تیرے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور تو انھیں گناہوں کی معافی کی تدبیریں بتاتا ہے۔ تو میرا دوست ہے۔ پھر بھی تو نے جلا وطنی کا لفظ منہ سے نکال کر میرے دل کو زخمی کیا۔

پادری:۔ ارے بدحواس۔ کم عقل۔ ذرا میری بات سُن۔

رومیو:۔ اچھا۔ مگر تم پھر اسی جلا وطنی کا ذکر کرو گے۔

پادری:۔ نہیں، میں وہ علاج بتاؤں گا جو جلا وطنی کی تکلیف کو تجھ سے دور رکھے۔ دنیا کی تمام مصیبتوں کا علاج فلسفہ ہے یہ چیز جلا وطنی میں بھی تجھے تسکین دیتی رہے گی۔

رومیو:۔ مگر جلا وطنی ضرور کہے جاؤ گے۔ تو پھر ایسے فلسفہ کو در گور کیجئے۔ کیا فلسفہ کوئی جولیئٹ بنا کر سامنے کھڑی کر دیگا کسی شہر کو اُٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے آئے گا؟ نہیں وہ کچھ بھی نہ کر سکے گا۔ یہ باتیں اس کے اختیار سے خارج ہیں۔ بس اب کچھ نہ کہو۔ چُپ رہو۔

پادری:۔ اچھا۔ معلوم ہوا کہ اب اس دیوانے کے پاس سُننے کو کان تک نہ رہے۔

رومیو:۔ دیوانے کے پاس کان کیوں ہوں جب کہ ہوشمند کے پاس آنکھیں نہ ہوں۔

پادری:۔ رومیو آؤ۔ میں تمھاری اس حالت کا لحاظ کر کے تمھیں سمجھاؤں۔

رومیو:۔ جس چیز کا تجھے احساس ہی نہ ہو اُسے سمجھائے گا کیا؟ اگر آج کو تو میری طرح جوان ہوتا۔ جولیئٹ سے تجھے عشق ہوتا اور شادی کے ایک گھنٹے بعد تائی بلٹ مارا جاتا۔ میری طرح محبت میں بے چین و بے قرار ہوتا۔ اور میری ہی طرح تجھے دیس نکالا ملتا۔ تب البتہ تو مجھے سمجھا سکتا تھا۔ اُس وقت تو اپنے سر کے بال نوچتا نظر آتا۔ زمین سے اُٹھتا اور پھر زمین ہی پر گر پڑتا جیسا کہ میں چت پڑا ہوں گویا اپنی قبر کے لئے زمین ناپ رہا ہوں۔

(اندر سے کوئی کھٹکھٹاتا ہے)

پادری:۔ رومیو، اُٹھ۔ دروازے پر کسی نے دستک دی ہے

اُٹھ! اور کہیں چھپ جا۔

رومیو!۔ میں ہرگز نہ چھپوں گا۔ جب تک کہ اس دل کی آہیں غبار بنا کر تلاش کرنے والوں کی نگاہوں سے مجھے نہ چھپا دیں۔

(پھر کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے)

پادری!۔ دیکھو تو۔ کون دروازہ اس طرح پیٹ رہا ہے؟ کون ہے؟ رومیو۔ اُٹھ کر بیٹھ۔ اب تو ضرور گرفتار ہو جائے گا۔ ذرا ٹھیرو۔ دم لو۔ رومیو دوڑ کر میرے پڑھنے کے کمرے میں چلا جا۔ اچھا۔ اچھا۔ خدا کی یونہی مرضی تھی۔

(دروازے پر پھر کھٹ کھٹ ہوتی ہے)

یہ کون احمق ہے۔ اچھا آیا۔ آیا۔

(دروازے پر پھر کھٹ کھٹ ہوتی ہے)

دایہ!۔ پہلے مجھے اندر آنے دیجئے۔ پھر جو کچھ کہنا ہے کہونگی میں اپنی بیگم جولیئٹ کے پاس سے آئی ہوں۔

پادری!۔ تو پھر اندر آئیے نا!

(دایہ اندر آتی ہے)

دایہ!۔ پادری صاحب فرمائیے کہ میری بیگم کے شوہر یعنی رومیو کہاں ہیں؟

پادری!۔ وہ سامنے اپنے ہی آنسوؤں کے نشے میں زمین پر بے ہوش پڑے ہیں۔

دایہ!۔ اور بالکل یہی حال میری بیگم کا بھی ہو رہا ہے۔ ہائے ان دونوں کی یہ ہمدردی بھی کس غضب کی افسوس ناک حالت ہے! منہ ہی منہ میں کچھ کہتی ہے اور روتی ہے۔ روتی ہے اور بڑبڑاتی ہے۔ بڑبڑاتی ہے اور روتی ہے۔ رومیو اگر مرد ہو تو کھڑے ہو جاؤ۔ جولیئٹ ہی کی خاطر اُٹھو۔ کیوں غم میں اپنا بڑا درجہ کرتے ہو؟

رومیو!۔ دایہ!

دایہ!۔ ہاں میاں۔ سچ ہے۔ مسرت سب باتوں کا خاتمہ کر دے گی۔

رومیو!۔ ابھی جولیئٹ کی نسبت تم نے کچھ کہا تھا۔ اس کا کیا حال ہے؟ کیا وہ ابھی تک مجھے ایک پرانا خونی قاتل سمجھتی ہو؟ افسوس! میں نے اس کے ایک عزیز کو قتل کر کے اپنے اور اُس کے عیش کی ابتدا ہی کو داغ لگا دیا۔ وہ کہاں ہیں اور کیسی ہیں۔ وہ خاتون جو مجھ سے خفیہ طور پر شادی کر کے میری بیوی بنی تھیں کیا اسی وجہ سے وہ اس وقت دنیا سے روپوش ہیں۔ اب وہ ہمارے اس عشق غارت شدہ کی نسبت کیا فرماتی ہیں؟

دایہ!۔ میاں وہ تو کچھ بولتی ہی نہیں ہیں۔ زار و قطار روتی ہیں کبھی منہ لپیٹ کر پلنگ پر جا پڑتی ہیں۔ کبھی اُٹھتی ہیں تو تائی بلٹ کا نام زور زور سے لیتی ہیں اور پھر رومیو کہہ کر رونے لگتی ہیں۔

رومیو!۔ میرا نام تو اس طرح زبان پر آتا ہوگا جیسے کمان سے تیر نکلے اور تیر انداز ہی کا خون کر دے۔ کیونکہ یہی بدبخت تھا جس کے ملعون ہاتھوں سے ان کا عزیز مارا گیا۔ پادری مجھے بتا کہ اس جسم بدبخت کے کس حصہ میں میرا نام رہتا ہے تاکہ اسے غارت اور مسمار کرنے کے لئے میں اس کا محاصرہ کروں۔

(تلوار کھینچ لیتا ہے)

پادری!۔ خبردار جو آگے کچھ کہا! تُو تو مرد ہے۔ صورت سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تیرے یہ آنسو عورتوں کے سے آنسو ہیں۔ تیری ان وحشت زدہ حرکتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرے دماغ میں بجائے عقل کے قہر و غضب بھرا ہے۔ ایک خوبصورت مرد کے قالب میں تو ایک بدصورت عورت کو دکھا رہا ہے۔ یا تو ایک کریہہ منظر جانور ہے جو ایک خوبرو مرد اور عورت کی شکل میں نظر آ رہا ہے۔ طبقہ مقدس کی قسم۔ میں اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ تیرے مزاج میں اعتدال ہے۔ تائی بلٹ کو تو قتل کر چکا ہے۔ کیا اب اپنے تئیں مارنے کا ارادہ ہے؟ اور پھر اپنی بیگم کو بھی جان سے ماریگا جو ہر وقت تیرے خیال میں جیتی ہے۔ اور یہ اس طرح کہ اپنی جان کا دشمن بن کر خود اپنی جان کھوئے۔ تو اپنی اصل۔ اپنے گھرانے۔ زمین و آسمان کو کیوں برا کہتا ہے۔ تیری پیدائش میں تو یہ زمین و آسمان سب مجتمع ہیں۔ مگر اپنی حرکتوں سے تو ان سب نعمتوں سے محروم ہوا جاتا ہے۔ شرم۔ شرم۔ تو اپنی صورت اپنی عقل اور اپنے عشق کو شرمندہ کرتا ہے۔ تیری مثال تو ایسے سود خوار مالدار کی ہے جو دولت تو بہت رکھتا ہے مگر اس کا صحیح استعمال اُسے نہیں آتا۔ تاکہ تیرے جسم اور تیری عقل کی زینت ہو۔ دونوں چیزوں سے بدنما طریقہ پر کام لیتا ہے۔ اور حالت یہ ہوتی ہے جیسے باروت ایک اناڑی سپاہی کی کپی میں خود اس سپاہی کی حماقت سے آگ پکڑے اور جو ذریعہ اس کی حفاظت کا تھا وہی باعث اس کے غارت ہونے کا ہو جائے۔ عجب آدمی ہے۔ بھلے مانس۔ اُٹھتا کیوں نہیں۔ تیری جولیئٹ تو زندہ ہے جس کے لئے تو ابھی جان دینے

تیار رہتا۔ تجھے تو خوش ہونا چاہیئے کہ تائی بلٹ مرچکا ہے جو تجھے ایک دن ضرور جان سے مارتا۔ تو نے تائی بلٹ کا کام تمام کیا اس میں بھی تو قسمت کا اچھا رہا۔ کیونکہ جو اس جرم کی سزا دینے والا تھا وہ تیرا دوست بن گیا۔ اور بجائے موت کی سزا کے اُس نے تجھے جلاوطنی کا حکم دیا۔ اس پر بھی تجھے خوش ہونا چاہیئے۔ دیکھ تو خدا نے کیسی کیسی برکتیں تجھے دی ہیں۔ مسرت و نشاط اپنی بہترین شان زینت و زیبائی میں تیرا ساتھ دے رہی ہیں۔ لیکن تو ایک بدراہ عورت کی طرح اپنے مقدر اور اپنے عشق پر بُرے بُرے چہرے بنا رہا ہے۔ بس احتیاط کر۔ احتیاط شرط ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ بڑی اذیت اور تکلیف کے ساتھ مرا کرتے ہیں۔ بس جیسا کہ پہلے قرار پایا تھا اُٹھ۔ اور اپنی محبوبہ کے پاس جا۔ رسیوں کی سیڑھی لگا کر اُس کے کمرے میں پہنچ جا۔ اتنی دیر نہ کر کہ لوگ تجھے ڈھونڈنے نکلیں۔ اگر ایسا ہوا تو تیرا منتوا پہنچنا غیر ممکن ہو جائے گا۔ وہاں تجھے اتنے دن رہنا ہوگا جب تک کہ ہم تیری شادی کو یہاں مشہور نہ کردیں۔ دو دشمن گھرانوں میں میل ملاپ ہو کر دوستی ہو جائے بادشاہ سے تیرا قصور معاف کروا دیا جائے۔ اور پھر ہم تجھے اس گریہ و زاری سے لاکھ درجے زیادہ خوشی و شادمانی کے ساتھ وطن میں واپس بلائیں۔ دایہ۔ تم آگے چلو۔ اپنی بیگم کو میری طرف سے بہت بہت دعا کہنا۔ اور کہنا کہ رومیو تم سے ملنے آ رہا ہے گھر کے لوگ بہت تھکے ہارے ہوں گے۔ جب وہ سو جائیں، تو دونوں ملاقات کریں۔

دایہ:- قسم ہے میں نے تو یہاں وہ اچھی اور سچی باتیں سنی ہیں کہ اگر رات بھر سنتی رہتی تب بھی نہ تھکتی۔ علم بھی کیا شے ہے! اچھا میاں! میں بیگم سے کہہ دوں گی کہ تم ملنے آ رہے ہو۔

رومیو:- ہاں بس اتنا ہی کہہ دینا کہ وہ اپنے عاشق کو اس نالائق حرکت پر ملامت کرنے کو تیار ہو جائے۔

دایہ:- لو یہ انگوٹھی اپنے پاس رکھو۔ بیگم نے مجھے دی تھی کہ تمھیں دے دوں۔ بس اب جلدی کرو۔ دیر بہت ہوتی جاتی ہے۔

(چلی جاتی ہے)

رومیو:- اس وقت کی باتوں نے تو مجھ میں جان سی ڈال دی

پادری:- اچھا بس اب جاؤ۔ تمھیں خدا کے سپرد کیا۔ اچھا ذرا غور کرو۔ اب ضرورت اس کی ہے کہ لوگ تمھیں ڈھونڈنے نکلنے نہ پائیں کہ تم ویرونہ سے نکل جاؤ۔ اور وہ اس طرح کہ صبح ہوتے ہی بھیس بدل کر تم منتوا پہنچ جاؤ۔ میں یہاں ایک آدمی ایسا مقرر کروں گا جو تمھیں یہاں کی ہر بات کی اطلاع جسے تم سُن کر خوش ہو جاؤ، دیتا رہے۔ بس ہاتھ ملاؤ۔ رات بہت آ گئی ہے۔ بس یہی باتیں تھیں جو تم سے کہنی تھیں۔

رومیو:- اگر اس وقت وہ خوشی نصیب ہوتی جس سے بڑھ کر دوسری خوشی میرے لئے نہ تھی تو آپ سے اس وقت مفارقت کا بہت افسوس ہوتا۔ افسوس اس کا ہے کہ بہت تھوڑی دیر کی ملاقات کے بعد آپ سے جدائی ہوتی ہے۔

(چلا جاتا ہے)

چوتھا منظر

(امیر کپولٹ کے مکان کا ایک کمرہ)

(امیر کپولٹ بیگم کپولٹ اور نواب پارس آتے ہیں)

امیر کپولٹ:- جناب والا! واقعات کچھ ایسے ناشائستہ پیش آ رہے ہیں کہ مجھے اپنی بیٹی سے آپ کے معاملے میں تحریک کرنے کا موقع مطلق نہ ملا۔ اس کا علم تو آپ کو ہوگا کہ ہماری بیٹی کو اپنے ماموں زاد بھائی تائی بلٹ سے بہت ہی محبت تھی۔ اور یہی حال میرا تھا۔ مجھے بھی اس سے عشق تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ ہم سب ایک دن مرنے ہی کو پیدا کئے گئے ہیں۔ رات زیادہ ہوگئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج شب کو اپنی خواب گاہ سے اُتر کر وہ نیچے نہیں آئے گی۔ مگر میں وعدہ آپ سے کر ہی چکا ہوں۔ میں تو صرف آپ کی وجہ سے اب تک جاگتا رہا۔ ورنہ مجھے سوئے ہوئے تو اب تک ایک گھنٹہ ہوا ہوتا۔

نواب پارس:- یہ زمانہ تو ایسا ناخوش گذر رہا ہے کہ اس میں عشق و الفت کے معاملے میں بات چیت مشکل ہی ہے بیگم صاحبہ آداب بجا لاتا ہوں۔ آپ بھی اپنی صاحبزادی سے میری نسبت کوئی کلمۂ خیر ضرور فرمائیں گی۔

بیگم کپولٹ:- میں کل صبح ہی اس کی مرضی معلوم کر لوں گی آج رات کو تو وہ اپنے غم میں مبتلا دروازہ بند کئے پڑی ہے۔

نواب کپولٹ:- سنو پارس۔ میں آپ کے عشق کا حال نہایت اصرار کے ساتھ اپنی بیٹی سے کہوں گا۔ اور امید ہے کہ میرے کہنے سے وہ ہر طرح پر مان جائے گی۔ بیگم آپ خوابگاہ

میں جانے سے پہلے ضرور اُس کے پاس جائیں۔ اور اُسے ہمارے لائق فرزند پارِس کے عشق سے مطلع کریں۔ اور اتنا اور کہنا کہ اب کے چہارشنبہ جب آئے تو مجھے یاد دلانا۔ مگر ذرا ٹھیرو آج کیا دن ہے؟

پارِیس:۔ جناب عالی آج تو دوشنبہ ہے۔

کیپولٹ:۔ تو پھر دوشنبہ سے چہارشنبہ کچھ دُور نہیں بہتر ہو کہ پنجشنبہ مقرر کر دیا جائے۔ بس پنجشنبہ کو ہماری بیٹی کا عقد نواب پارِیس سے ہو جائے گا۔ اسے طے شدہ بات سمجھنا چاہیئے۔ بیگم، تم بھی جولیٹ سے کہہ دینا۔ نواب پارِیس کیا آپ اس دن تیار رہیں گے؟ اس عجلت کو تو آپ پسند کرتے ہیں؟ زیادہ مہمانداری مقصود نہیں۔ صرف دو چار ملنے والے تقریب میں شریک ہوں گے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ہمارے عزیز تائی بلٹ کا واقعہ حال میں پیش آیا ہے اگر زیادہ دھوم دھام کی تو ممکن ہے کہ چونکہ تائی بلٹ ہمارا عزیز تھا لوگوں کو یہ بات ناگوار گذرے۔ یوں سمجھیئے کہ چھ سات سے زیادہ مہمان نہ ہوں گے۔ اور یہ کام ختم ہو جائے گا۔ پنجشنبہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

پارِیس:۔ جناب من میرا حال تو یہ ہے کہ پنجشنبہ اگر کل ہی آجاتا تو میں اسے اچھا سمجھتا۔

کیپولٹ:۔ اچھا خیر۔ تو پنجشنبہ ہی رکھئے۔ یہی ٹھیک ہو گا۔ لو بیگم۔ سونے سے پہلے تم جولیٹ سے ضرور ملنا۔ اور بیگم۔ تم اُسی دن کے لئے اُسے شادی پر آمادہ کر لینا۔ خدا حافظ میرے شریف دوست۔ نوکرو! خوابگاہ تک میرے آگے آگے روشنی لے کر چلو۔ رات بہت گذری ہے۔ صبح ہونے میں اب کچھ دیر نہیں ہے۔ شب بخیر۔

پانچواں منظر

(امیر کیپولٹ کا باغ)

(رومیو آتا ہے۔ جولیٹ بالاخانے کی کھڑکی میں کھڑی ہے)

جولیٹ:۔ کیا اب جا رہے ہو۔ یہ آواز جو آپ نے سنی ہے بلبل کے چہکنے کی آواز تھی جو آدھی رات کو بولتا ہے، صبح کی خبر دینے والی چکور کی آواز نہ تھی۔ سامنے انار کے درخت پر بلبل بولا کرتا ہے۔ یقین مانو جو آواز تم نے ابھی سُنی تھی وہ بلبل کی تھی۔ چکور کی نہ تھی۔

رومیو:۔ نہیں۔ وہ چکور کی آواز تھی جو نقیب سحر ہے۔ بلبل کی آواز نہ تھی۔ میری جان ذرا مشرق کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھو۔ دیکھو تو روشنی کی تحریروں نے بہت سے بادلوں میں کیسی چمکتی سنجاف لگائی ہے! روشنی کی ان تحریروں کو تو تم پر رشک آتا ہے۔ آسمان پر رات کے چمکتے تاروں کی روشنی گل ہو چکی ہے۔ آفتاب پہاڑوں کی چوٹیوں سے جن پر کُہر چھایا ہے دُنیا کو اس طرح جھانکنے لگا ہے جیسے کوئی پنجوں کے بل کھڑا دیوار سے جھانکے۔ اگر مجھے زندہ رکھنا چاہتی ہو تو اب یہاں سے جانے دو۔ اگر زیادہ ٹھیرا تو پھر جان دینی پڑے گی۔

جولیٹ:۔ یہ دن کی روشنی نہیں ہے۔ مجھے خوب معلوم ہے یہ تو آفتاب سے گرنے والے کسی شہاب ثاقب کی چمک ہے۔ تاکہ وہ تمہارا مشعل راہ بن کر منتوا تک تمہاری رہنمائی کرے اس لئے تھوڑی دیر اور ٹھیرو۔ ابھی تمہارا جانا ضروری نہیں ہے۔

رومیو:۔ پھر تو آپ مجھے گرفتار ہی ہو جانے دیں تاکہ موت نصیب ہو۔ اگر آپ کی یہی خوشی ہے تو مجھے منظور ہے۔ میں یہ نہ کہوں گا کہ یہ روشنی چشم سحر کی ہے۔ بلکہ سمجھوں گا کہ ماہ تاباں کی ابروے خمدار ہے۔ اور نہ اس آواز کو جو آسمان کے گنبد میں ہمارے سروں سے اُونچی گونج رہی ہے چکور کی آواز سمجھوں گا مجھے خود یہاں ٹھیرنے کی جس قدر آرزو ہے یہاں سے جانے کی نہیں ہے۔ اگر جولیٹ کی یہی خوشی ہے تو اے موت آجا جان من تم خاموش کیوں ہو گئیں۔ باتیں کیوں نہیں کرتیں؟ دن تو نہیں نکل رہا ہے۔

جولیٹ:۔ نہیں پیارے۔ یہ دن ہے دن۔ بس اب جلدی سے چلے جاؤ۔ سدھارو۔ یہ تو چکور ہے جو اپنا گیت اس طرح گا رہی ہے کہ بے سُری ہو گئی ہے۔ اور آوازیں ناگوار تیزی ہے۔ مشہور ہے کہ نغمے کی تقسیم میں چکور بڑی خوش تمیزی سے کام لیتی ہے۔ لیکن اس وقت چونکہ وہ ہمیں جدا کرتی ہے اس لئے آوازیں شیریں نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ مینڈک نے اپنی خوبصورت آنکھیں چکور سے بدل لی تھیں جس کی آنکھیں بدنما تھیں۔ کاش دونوں اپنی آوازیں بھی بدل لیتے! کیونکہ اس چکور مردار کی آواز ہمیں ایسے وقت میں جدا کرتی ہے کہ ہم باہم بانہوں میں باہیں ڈالے کھڑے تھے۔ اسی کم بخت نے اپنا گیت سُنا کر

ہم میں اس وقت جدائی ڈالی۔

(دایہ کمرے میں آتی ہے)

دایہ:۔ بیگم!

جولیئٹ:۔ کیوں۔ کیا کہتی ہو؟

دایہ:۔ آپ کی اماں جان یہاں آنے کو ہیں۔ دن نکل آیا ہے ہشیار ہو جاؤ۔

(چلی جاتی ہے)

جولیئٹ:۔ اے دریچہ، کھل جا۔ دن کو اندر آنے اور جان کو باہر جانے دے۔

رومیو:۔ پیاری۔ خدا حافظ۔ خدا کو سونپا۔ اگر اجازت ہو تو ایک بوسہ لینے نیچے آجاؤں؟

(رومیو سیڑھی سے اتر کر نیچے آتا ہے)

جولیت:۔ کیا اے میرے عاشق زار۔ میرے آقا۔ میرے شوہر۔ میری جان چلے گئے؟ دن کے ہر گھنٹے میں اپنی خیریت بھیجتے رہنا۔ میرے لئے تو ایک ایک منٹ کئی کئی دن ہوں گے۔ اس حساب سے تو جب پھر ملنا ہوگا تو میں بڑھیا ہو جاؤں گی۔

رومیو:۔ خدا حافظ۔ اپنا سلام اور پیام شوق اور خیریت بھیجنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔

جولیت:۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ پھر بھی کبھی ہم ملیں گے؟

رومیو:۔ مجھے تو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ اس وقت کی مصیبت اور مفارقت کا صلہ اس طرح ضرور ملے گا۔ کہ پھر ملاقات ہو اور پیار کی باتیں ہوں۔

جولیت:۔ خدا مار میرے ذہن میں کیسے برے خیالات آنے لگے ہیں۔ رومیو اس وقت تم نیچے کھڑے ہو۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ گویا تم قبر کی تہ پر کھڑے ہو۔ ممکن ہے کہ میری نظر کام نہ دیتی ہو۔ مگر تمھاری رنگت مجھے بالکل زرد معلوم ہو رہی ہے۔

رومیو:۔ پیاری۔ میرے عشق کا اعتبار کرو۔ مجھے تو تمہارا رنگ بھی زرد معلوم ہو رہا ہے۔ پیاری جولیئٹ ہمارے ان آنسوؤں نے تو ہمارا خون چوس لیا۔ اچھا خدا حافظ۔ خدا کے سپرد کیا۔

(چلا جاتا ہے)

جولیئٹ:۔ تقدیر قسمت یا نصیبے۔ کہتے ہیں کہ تجھے ایک حالت پر قرار نہیں۔ ہمیشہ گردش میں رہنا ہے۔ اگر تجھے ثبات نہیں تو پھر تو کیوں ایسے شخص کا ساتھ دیتا جو عشق میں ثابت قدم ہے۔ اے تقدیر بے ثبات تو گردش ہی میں رہ۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ مجھے زیادہ دن تک مفارقت نہ اٹھانی پڑے اور اپنی گردش میں تو پھر اس کا دیدار نصیب کرے۔

بیگم کپولٹ:۔ بیٹی بیٹی تم جاگ اٹھیں؟

جولیئٹ:۔ یہ مجھے کون پکار رہا ہے؟ کہیں اماں جان تو نہیں ہیں! معلوم ہوتا ہے کہ یا تو رات بھر جاگتی رہی ہیں۔ یا اگر سوئی ہیں تو بڑے سویرے اٹھ بیٹھیں معلوم نہیں کیا بات کہنی ہے جو یہاں آئی ہیں۔

(بیگم کپولٹ کمرے میں آتی ہے)

بیگم کپولٹ:۔ جولیئٹ کیسی ہو؟

جولیئت:۔ اماں جان۔ کچھ جی اچھا نہیں ہے۔

بیگم کپولٹ:۔ تو کیا اپنے بھائی تائی بلٹ کے لئے رونا بند نہ ہوگا۔ کیا ارادہ ہے کہ مٹی سے نکال کر اپنے آنسوؤں سے اسے بیٹھی دھویا کروگی۔ اگر اسے جلا سکتیں تو ممکن تھا کہ جلا لیتیں۔ جب یہ ممکن نہیں تو بس اب رونا دھونا بند کرو۔ تھوڑا رنج ظاہر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت زیادہ تھی۔ اور جب رنج بہت ہی ظاہر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عقل کم ہے۔

جولیئت:۔ مجھے تو بھائی تائی بلت اتنے یاد آتے ہیں کہ مجھے تو بس اب اُن کے لئے رونے ہی دیجئے۔

بیگم کپولت:۔ ہاں بیٹی۔ تو اس کی موت پر اتنا نہیں روتی جتنا کہ اس شیطان کے زندہ رہنے پر روتی ہے جس نے غریب تائی بلت کو جان سے مارا ہے۔

جولیت:۔ اماں۔ آپ کا مطلب کس شیطان سے ہے؟

بیگم کپولت:۔ وہی شیطان موذی رومیو۔

جولیئت:۔ (علیحدہ کہتی ہے) شیطان یا موذی۔ اب تو وہ یہاں سے کوسوں دور ہے۔ خدا اسے معاف کرے۔ میں نے تو اسے دل سے معاف کیا۔ جتنا مجھے اس کا غم رہتا ہے کسی اور کا نہیں رہتا۔

بیگم کپولت:۔ وجہ اس کی یہی ہے نا کہ وہ دغا باز قاتل ابھی تک جیتا ہے؟

جولیئت:۔ ہاں اماں جان۔ اگر یہ ہاتھ ان تک پہنچ سکتے تو بھائی تائی بلت کی موت کا انتقام سوائے میرے دوسرا نہ لیتا۔

بیگم کپولت:۔ بیٹی فکر نہ کر۔ ایک دن ضرور ہم اس سے اپنا بدلہ لیں گے۔ بس میری جان اب زیادہ نہ رو۔ منتوا میں جہاں

یہ موذی بھاگ کر گیا ہے میں ایک آدمی کو کہلا بھیجوں گی۔ وہ اُسے ایسا زہر پلائے گا کہ جہاں تائی بلت گیا ہے وہیں وہ بھی جلدی سے پہنچ جائے۔ پھر تو یقین ہے کہ تیرے دل کو صبر آ جائے گا

جولیٹ:- واقعی۔ جب تک رومیو کو نہ دیکھوں گی چاہے اس کا مردہ ہی کیوں نہ دیکھوں میرے دل کو قرار نہ آئے گا۔ میرا دل تو بھائی تائی بلت کی موت پر ایسا غم میں ڈوبا رہتا ہے کہ اماں جان اگر آپ کو وہاں کا کوئی آدمی معلوم ہو تو بتائیے۔ میں ایک ایسا زہر اُس کے پاس تیار کر کے بھیجوں گی جس کے پیتے ہی آرام کی نیند سو جائے ہائے اس دل کو اس کا نام سننے سے کیسی نفرت ہوتی ہے افسوس میں اُس تک نہیں پہنچ سکتی کہ اپنے بھائی کی موت کا بدلہ نکالوں

بیگم کپولٹ:- تم زہر تیار کرو۔ لے جانیوالا میں پیدا کرتی ہوں لیکن بیٹی۔ میں تو تجھے ایک خوشخبری سُنانے آئی ہوں۔

جولیٹ:- زمانہ بھی ایسا ہی گذر رہا ہے کہ اس میں خوش ہونے کی ضرورت ہے۔ اماں جان بتائیے وہ کیا خوشخبری ہے؟

بیگم کپولٹ:- بیٹی۔ تمھارے باپ کو اولاد کا بہت ہی خیال رہتا ہے۔ اس لئے تیرے غم کو دور کرنے کے لئے انھوں نے ایک بڑی خوشی کا دن مقرر کیا ہے جس کی نہ مجھے توقع تھی اور نہ سمجھتی تھی کہ ایسا کوئی دن آنے والا ہے۔

جولیٹ:- پیاری اماں۔ بتاؤ تو وہ کونسا خوشی کا دن ہے؟

بیگم کپولٹ:- بیٹی پنجشنبہ کو صبح سویرے وہ خوشی کا وقت آنے والا ہے۔ یعنی بہادر و نوجوان پارس شنت بطرس کے گرجا میں بڑی مسرت کے ساتھ تمھیں اپنی دلہن بنائے گا۔

جولیٹ:- قسم ہے شنت بطرس کے گرجا اور خود شنت بطرس کی کہ وہ مجھے اپنی دلہن نہ بنا سکے گا۔ آپ کی اس جلدی پر حیرت ہے کہ میں ایک ایسے آدمی سے شادی کروں جس نے مجھ سے ابھی تک ملاقات تک نہیں کی ہے۔ اور نہ کچھ بات چیت مجھ میں اُس میں ہوئی ہے۔ خدا کے لئے آپ ابا جان سے کہہ دیں کہ میں ابھی کسی سے شادی نہ کروں گی۔ اگر کروں گی بھی تو قسم ہے سوائے رومیو کے کسی اور سے نہ کروں گی۔ اور یہ آپ جانتی ہی ہیں کہ مجھے اُس سے کتنی نفرت ہے۔ نواب پارس سے تو کبھی شادی نہ کروں گی۔ واہ اماں جان آپ نے بھی اچھی خوشخبری سُنائی!

بیگم کپولٹ:- لو بیٹی وہ تمھارے باوا بھی آ گئے۔ جو کچھ کہنا ہے اُنھیں سے کہہ سن لو۔ اور یہ بھی دیکھ لینا کہ تمھارا جواب سُن کر اُن کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔

(امیر کپولٹ اور دایہ آتی ہے)

امیر کپولٹ:- جب سورج ڈوبنے کو ہوتا ہے تو شبنم ہلکے ہلکے گرتی ہے۔ لیکن جب میرے عزیز تائی بلت کا آفتاب حیات غروب ہوا تو وہی شبنم مینہ کی طرح برسنے لگی۔ اری رونی لڑکی کیا تو ابھی تک رو رہی ہے؟ آنسو کسی طرح نہیں تھمتے۔ اس تن زار و نحیف میں تیری مثال تو ایک سمندر۔ سفینے اور طوفان کی ہوگئی۔ تیری آنکھیں جنھیں میں سمندر کہوں گا ابھی تک ان میں اشکوں کا مد و جزر جاری ہے۔ جہاز تیرا جسم ہے۔ جو نمکین پانی کی موجوں پر رواں ہے۔ اور تیری آہوں نے ایک طوفان اُٹھا رکھا ہے۔ تیرے آنسو آہوں سے مل کر اور آہیں اشکوں کی شریک ہو کر بلا وقفہ پیدا کئے تیرے اس جسم طوفان خوردہ کی کشتی کو اُلٹ دینگی کہو بیگم تم نے ہمارا حکم اُسے سنا دیا؟

بیگم کپولٹ:- جی ہاں سنا تو دیا۔ مگر اُسے تو شادی کرنی ہی منظور نہیں۔ یوں تو وہ آپ کی بہت شکر گذار ہے۔ مگر بے وقوف ہے نادان ہے۔ کہتی ہے کہ شادی کروں گی بھی تو اپنی قبر سے کروں گی۔

کپولٹ:- بیوی کیا بکتی ہو؟ خدا جانے میں تمھارا مطلب ٹھیک بھی سمجھا ہوں یا نہیں۔ کیا کہتی ہے کہ شادی نہیں کرے گی۔ یعنی ہمارے احسانات ماننے سے انکار ہے۔ اسے غرور نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں؟ کیا اس بات کو وہ اپنے حق میں اچھا نہیں سمجھتی کہ باوجود نالائق ہونے کے ہم نے ایک لائق آدمی کو نوشہ بننے کے لئے راضی کر لیا ہے۔

جولیٹ:- یہ جو کچھ آپ نے کیا مجھے اُس پر کسی قسم کا فخر ہونا نہیں ہو سکتا۔ البتہ میں آپ کی منت گذار ضرور ہوں۔

کپولٹ:- ارے تو بڑی ہندسی کی چندی نکالنے لگی۔ یہ بات ہی کیا ہوئی کہ فخر نہیں کرتی۔ شکر گذار ہوں بھی۔ اور نہیں بھی ہوں اور اس پر بھی کسی بات پر فخر نہیں ہے۔ اری نالائق ناہنجار کیا میں تو اپنی شکر گذاری کا محتاج سمجھتی ہے۔ تیرے فخر کو پوچھتا کون ہے خیر۔ یہ جو کچھ بھی ہو۔ مگر پنجشنبہ کے دن پارس کے ہمراہ شنت بطرس کے گرجا میں جانا پڑے گا۔ اور جو آپ سے نہ گئی تو جیسے بھوسں کی ٹٹی پر مجرموں کو ڈال کر سزا دینے کے لئے گھسیٹتے لے جاتے ہیں

تجھے بھی گھسیٹتا ہوا لے جاؤں گا۔ نالائق۔ بے شرم۔ مجہول نابکار بہار چھوکری۔ کوڑے کا ڈھیر۔ میرے سر پہ بیٹھے بٹھائے کا بوجھ۔

بیگم کیپولٹ:- ہائیں۔ ہائیں کیا کہہ رہے ہو۔ کچھ دیوانے تو نہیں ہوگئے۔

جولیٹ:- میرے اچھے بابا جان۔ آپ کے قدموں پر سر رکھ کر کہتی ہوں کہ جو کچھ مجھے کہنا ہے اُسے صبر سے سُن لیں۔ مجھے کچھ زیادہ عرض کرنا نہیں ہے۔ صرف ایک بات کہنی ہے۔

کپولٹ:- دور ہو۔ نالائق۔ نامراد۔ نافرمان۔ بس کہے دیتا ہوں کہ پنجشنبہ کے دن گرجا جانا پڑے گا۔ اگر نہ گئی تو پھر مجھے اپنی صورت نہ دکھائیو۔ خبردار جو زبان کھولی یا جواب دیا۔ دیکھ میرا ہاتھ کھجانے لگا ہے۔ بیوی۔ جب خدا نے یہی ایک بچہ ہمیں دیا تھا تو ہم نہیں سمجھتے تھے کہ خدا کی برکتیں ہمیں کافی ملی ہیں۔ مگر یہ ایک تو بہت سوں سے بھی زیادہ نکلی۔ یہ ہمارے ہاں کیا ہوئی کہ خدا کا غضب ٹوٹ پڑا یہ مُردار تو کھوٹا سکہ نکلی۔ اوپر چاندی اندر تانبا۔

دایہ:- خدا جو سب سے اُوپر ہے اس بچی پر رحم کرے۔ سارا قصور آپ کا ہے کہ آپ اس طرح اس کی فضیتیاں کر رہے ہیں۔

کپولٹ:- لو یہ عقل کی پڑیا بھی بیچ میں بول اُٹھیں۔ خبردار جو زبان کھولی۔ جا۔ اپنی بڑھیوں ٹھیریوں میں گپ شپ ہانک یہاں بولنے کا تیرا کام نہیں۔

دایہ:- اے ہے میں نے کوئی بُری بات تو کہی نہیں۔

کپولت:- بس بس سلام۔ دُور ہو۔

دایہ:- تو پھر کیا کوئی بات بھی نہ کرے۔

کپولت:- اری بڑھیا عقل کی دشمن۔ یہ بات تو جب اپنی ڈھڈو ہمجولیوں سہیلیوں میں زردہ کھانے بیٹھے اس وقت کیجیو۔ یہاں اس کی ضرورت نہیں۔

بیگم کپولت:- بھلا اتنا غصہ کرنے سے کیا حاصل؟

کپولت:- مجھے تو اس بات نے پاگل بنا دیا ہے کہ کوئی وقت میرا دن ہو یا رات۔ گھڑی ہو یا پہر کام ہو یا کھیل اکیلا ہوں یا کوئی ساتھ ہو اس فکر سے خالی نہیں رہتا کہ اس کی شادی کسی معقول جگہ کرا دوں۔ اور جب ایک حسب نسب کا کھرا دھن دولت والا۔ جوان۔ عمدہ تعلیم و تربیت یافتہ جس میں ہر طرح کی خوبیاں موجود ہیں ایسا شریف کہ ہر انسان اس کی خواہش کرے، ہاتھ لگا تو یہ احمق بے وقوف بنو چاندسی فرماتی ہیں کہ میں تو کسی سے شادی ہی نہ کروں گی۔ میں تو اس سے محبت کر نہیں سکتی۔ میں تو ابھی بہت ہی کمسن ہوں۔ مجھے تو بس آپ معاف ہی رکھیں۔ تو سُن لے احمق اگر تو نے شادی نہیں کی تو میں تجھے بالکل ہی معاف کر دوں گا۔ جہاں گھاس ملے وہیں چر۔ میرا گھر اب تیرے رہنے کو نہیں ہے سمجھ لے۔ سوچ لے۔ اسے مذاق خیال نہ کیجیو۔ پنجشنبہ قریب آرہا ہے۔ دل پر ہاتھ رکھ۔ کہنا مان۔ اگر تو میری بیٹی ہے تو میں اپنے دوست ہی کو دوں گا۔ اگر تو میری اولاد نہیں ہے تو جہاں تیرا جی چاہے وہاں جا۔ بھیک مانگ۔ بھوکی مر۔ گلیوں میں پڑی کہیں مرجا۔ قسم ہے اپنی جان کی میں اب تجھے اپنی بیٹی کبھی نہ سمجھوں گا۔ اور جو میرے اپنے ہیں وہ کبھی کوئی بھلائی تیرے ساتھ نہ کریں گے بس یقین جان لے۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لے۔ میں اپنی بات سے ہٹنے والا آدمی نہیں۔

جولیٹ:- ہائے۔ کیا میرے سر پر کوئی رحم کرنے والا ایسا نہیں جو میرے رنج و الم کی تہ کو دیکھ لے۔ اچھی اماں پیاری تم تو مجھے نہ چھوڑو۔ اس شادی کو ایک مہینے۔ ایک ہفتے ہی کو ملتوی کر دو۔ اگر یہ ممکن نہیں تو گورستان میں جہاں ٹائی بلٹ کی تازہ قبر ہے وہیں میری شادی کی سیج بچھانا۔

بیگم کپولت:- بس مجھ سے بات نہ کر۔ مجھے اب تجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ تیرا جو جی چاہے وہ کر۔

(چلی جاتی ہے)

جولیٹ:- ارے خدایا۔ یہ شادی کیونکر رُکے گی؟ ددا کچھ تم ہی بتاؤ۔ میرا شوہر تو زمین پر جیتا جاگتا موجود ہے۔ اور میرا ایمان جس پر میرا بھروسا ہے آسمان پر ہے۔ وہ ایمان کیونکر زمین پر قدم رکھ سکتا ہے۔ جب تک کہ میرا شوہر زمین سے رخصت ہو کر آسمان پر نہ پہنچے اور میرے ایمان کو میرے پاس زمین پر بھیجے۔ ددا تم ہی کچھ صلاح بتاؤ۔ کچھ تسلی دو۔ افسوس۔ صد افسوس یہ فلک مکار بھی مجھ جیسی نحیف و ناتواں عورت سے چالیں چلتا ہے۔ ددا تم کیا کہتی ہو۔ کیا تمھارے پاس میری تسلی تشفی کے لئے کچھ کہنے کو نہیں؟

دایہ:- ہاں ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔ رومیو کو دیس نکالا مل چکا ہے۔ اتنی ہمت اب اس میں کہاں کہ بازپرس کرنے یہاں آئے۔ اگر ایسا کیا بھی تو چوری چھپے ہوگا۔ بس سب باتوں کا لحاظ کرکے کہتی ہوں کہ تم کاؤنٹ پاریس سے بیاہ کر لو۔ وہ تو بڑی ہی اچھی شکل صورت کا شریف ہے۔ رومیو تو اس کے آگے میلی کچیلی

رکابیاں پونچھنے کا دستمال معلوم ہوتا ہے۔ آنکھیں اُس کی کیا بتاؤں عقاب سے بھی زیادہ تیز ہیں۔ اور بڑی ہی دلکش ہیں۔ اگر یہ دوسری شادی پہلی شادی سے بہتر نہ نکلے تو مجھ پر جیسی جی چاہے لعنت بھیجنا۔ کیونکہ پہلے سے یہ دوسرا بہت اچھا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پہلا تو مر ہی چکا ہے۔ اگر مرا نہیں تو مرنے کے برابر سمجھو۔ جیتا بھی ہو تو تمہارے کس مصرف کا؟

جولیٹ:۔ دایہ، کیا یہ باتیں دل سے کہہ رہی ہو؟

دایہ:۔ ہاں بیگم دل اور جان دونوں سے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر دونوں پر لعنت بھیجنا۔

جولیٹ:۔ آمین!

دایہ:۔ یہ کیا کہا؟

جولیٹ:۔ دایہ تم نے میری تسلی خوب کی۔ بس ذرا اندر جاؤ اور گھر والی سے کہہ دو کہ باپ چونکہ ناراض ہو گئے ہیں، میں پادری لارنس کے پاس جاتی ہوں کہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اُن کی معافی کی تدبیر پوچھوں۔

دایہ:۔ اچھا۔ میں ابھی جا کر کہتی ہوں۔ یہ بات تو تم نے بڑی عقل کی کہی۔

جولیٹ:۔ اری بڑھیا بُھتنی شیطان کی خالا۔ مجھے صلاح دیتی ہے کہ میں اپنے رومیو کو چھوڑ دوں۔ بھلا اس سے بدتر گناہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ مُردار اُسی زبان سے میرے شوہر کو بُرا کہتی ہے جس سے ہزاروں دفعہ اس کی تعریف میں کہہ چکی ہے کہ اس کے برابر دوسرا نہیں۔ اچھا بھئی میری مشیر و صلاح کار اب تم یہاں سے دفع دفان ہو اب میرا تمھارا دل کبھی ایک نہ ہوگا۔ اب تو میں پادری کے پاس جا کر اپنے مرض کی دوا پوچھتی ہوں۔ اگر اس نے کچھ نہ بتایا تو پھر اپنی جان لینا تو اپنے اختیار میں ہے۔

(چلی جاتی ہے)

جزو رابع

پہلا منظر

(پادری لارنس کا حجرہ)

(لارنس اور کاؤنٹ پارِیس آتے ہیں)

لارنس:۔ کیا پنجشنبہ کو فرماتے ہیں؟ وقت بہت کم رکھا ہے

پارِیس:۔ امیر کپولٹ اسی پر اصرار کرتے ہیں۔ اور میں بھی اس عُجلت کو کم کرنے پر آمادہ نہیں ہوں۔

لارنس:۔ آپ نے یہ بھی تو فرمایا کہ اُس لڑکی کے دل کا حال آپ کو معلوم نہیں۔ یہ تو بڑی بے قاعدہ سی بات معلوم ہوتی ہے میں اسے پسند نہیں کرتا۔

پارِیس:۔ وہ لڑکی تائی بلٹ کی موت پر بے حد روتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس سے کچھ پیار اخلاص کی بات نہ کر سکا۔ غم کے گھر میں ان چیزوں سے کیا تعلق۔ لڑکی کے والدین اپنی بیٹی کی اس حالت کو خطرناک سمجھتے ہیں کہ وہ تنہائی میں بیٹھی اتنا غم کرتی ہے اسی خیال سے وہ شادی کا جلد ہونا بہتر سمجھتے ہیں۔ تاکہ اس وقت کا رنج شادی کے بعد اور مشغلوں سے دُور ہو جائے۔ اب تو آپ کو اس عجلت کی وجہ معلوم ہو گئی۔

لارنس:۔ (علیحدہ کہتا ہے) کاش مجھے اس بات کا علم نہ ہوتا کہ اس شادی میں تاخیر کرنی کیوں مناسب ہے دیکھئے وہ لڑکی بھی میرے حجرے کی طرف آرہی ہے۔

(جولیٹ آتی ہے)

پارِیس:۔ خوب ملاقات ہوئی۔ میری بیگم۔ میری بیوی۔

جولیٹ:۔ بیوی تو جب کسی کی ہو جاؤں گی شاید اس وقت آپ کا یہ جملہ درست ہوگا۔

پارِیس:۔ شاید کیسا۔ آپ کو تو مجھ سے بیاہ کرنا ہی پڑے گا۔ پیاری پنجشنبہ کے روز۔ ضروری ضروری۔

جولیٹ:۔ تقدیر کا لکھا ہر حال میں پورا ہوگا۔

لارنس:۔ نہایت صحیح قول ہے۔

پارِیس:۔ کیا آپ پادری کے سامنے اپنے گناہوں کو بیان

کرنے آئی ہیں ؟

جولیٹ :۔ اس کا جواب تو یہی ہو سکتا ہے کہ کیا آپ کے سامنے اعتراف عصیاں کروں ؟

پارِیس :۔ جب اپنے گناہ بیان کیجئے تو یہ کہنا نہ بھول جانا کہ تمھیں مجھ سے عشق ہے۔

جولیٹ :۔ میں تو یہی کہوں گی کہ مجھے کسی سے عشق ہے۔

پارِیس :۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔

جولیٹ :۔ اگر میں نے ایسا کہا تو پھر اس عشق کی قدر اور زیادہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ یہ بیان آپ کی عدم موجودگی میں کیا جائے گا

پارِیس :۔ پیاری جان! یہ رو رو کر تم نے صورت کیسی بگاڑلی

جولیٹ :۔ آنسوؤں کا اس میں کیا قصور۔ صورت پہلے ہی کونسی اچھی تھی ؟

پارِیس :۔ ایسا کہنے میں تو آپ آنسوؤں سے زیادہ اپنی صُورت کے ساتھ بے انصافی کرتی ہیں۔

جولیٹ :۔ آپ کا فرمانا غلط نہیں۔ میں نے جو کچھ کہا اپنی صورت کی نسبت کہا۔

پارِیس :۔ یہ صُورت تو اب میری ہے۔ گویا آپ نے میری صورت کو بُرا کہا۔

جولیٹ :۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ کیونکہ یہ صورت خود میری نہیں ہے۔ پادری، اس وقت اگر آپ کو فرصت نہ ہو تو پھر شام کو عبادت کے وقت حاضر ہوں۔

لارنس :۔ بیٹی مجھے اس وقت فرصت ہے۔ (پارِیس سے کہتا ہے) جناب والا۔ اِس وقت ہم تنہائی چاہتے ہیں۔

پارِیس :۔ خدا نہ کرے کہ میں کسی کی عبادت میں ہارج ہوں جولیٹ پیاری۔ پنجشنبہ کو میں صبح ہی تمہیں جگانے آؤں گا۔ اُس وقت تک تمہیں خدا کے سپرد کیا۔

(چلا جاتا ہے)

جولیٹ :۔ دروازہ بند کر لیجئے۔ اور جب وہ بند ہو جائے تو میرے ساتھ بیٹھکر روئیے۔ مجھے اپنی نسبت اب قطعی اُمید نہیں رہی۔ اب نہ میرے اس مرض کا کوئی علاج ہے اور نہ کوئی میری مدد کر سکتا ہے۔

لارنس :۔ جولیٹ مجھے تمھاری مصیبت معلوم ہے۔ میری عقل مطلق کام نہیں دیتی کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ سنتا ہوں کہ تمھیں بہرکیف یہ شادی کرنی پڑے گی۔ اور اب کوئی چیز اُسے روک نہیں سکتی۔ اسی پنجشنبہ کو تمھاری شادی نواب پارِیس سے ہو جائے گی۔

جولیٹ :۔ پادری۔ آپ مجھ سے ایسا نہ فرمائیں کہ آپ ایسا سنتے ہیں۔ صرف اتنا بتائیے کہ یہ شادی رُک بھی سکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اگر آپ کی عقل میری مدد نہیں کر سکتی تو پھر جو کچھ سوچا ہے اُسے مقتضائے عقل بتائیے۔ اور اس خنجر سے میں اپنی اسی وقت مدد کرتی ہوں۔ دلوں کو تو خدا نے جوڑا تھا۔ اور ایک کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں آپ نے دیا ہے۔ اور یہی ہاتھ جو آپ نے رومیو کے ہاتھ میں دیا تھا اُس سے اب میں دوسرا کام لیتی ہوں — یہ امکان میں نہیں کہ یہ سچا دل بے وفائی کر کے دوسرے کا ہو جائے۔ میں اِس دل اور ہاتھ دونوں کا کام تمام کر دوں گی بس اب آپ اپنی عقل اور تجربے سے مجھے صلاح دیں۔ ورنہ آپ سمجھ لیں کہ حالتِ مجبوری میں یہ خنجر ہو گا اور میں ہوں گی۔ اور یہی خنجر اس بات پر گواہی دے گا کہ باوجود تجربے۔ عقل اور فرزانگی کے یہ نہ ہوا کہ آپ عزت و آبرو کے ساتھ اس معاملے کا فیصلہ کرا دیتے جواب میں تاخیر نہ کیجئے۔ اور جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا اگر وہ میرے مرض کی دوا نہ ہوا تو پھر سمجھ لیں کہ شدتِ بے قراری کے ساتھ میں موت کی منتظر ہوں۔

لارنس :۔ بیٹی ذرا تو خاموش رہو۔ ایک بات سمجھ میں آتی ہے جس سے کچھ خفیف سی اُمید پیدا ہوتی ہے۔ مگر اُس کام پر عمل کرنا بھی ایسا ہی شدت سے سخت ہے جیسے کہ تیری اس شادی کو روکنا۔ وہ کام مرنے کے برابر ہو گا۔ مگر تیری شرم رکھ لے گا۔ مرنے پر تو تو نے پہلے ہی کمر باندھ رکھی ہے۔ لیکن میں تجھے ایک علاج بتاتا ہوں۔

جولیٹ :۔ پارِیس سے شادی کرنے کی جگہ اگر آپ مجھ سے یہ کہیں کہ سامنے کی اونچی پہاڑی سے نیچے کود پڑ تو مجھے آپ کا حکم بجا لانے میں مطلق تامل نہ ہو گا۔ اگر آپ کا حکم ہوا کہ میں ایسے راستوں پر چلوں جہاں چور اور خونی قاتل چلتے ہیں تو میں وہاں چلنے کو تیار ہوں اگر آپ سانپ اور بچھوؤں پر بھی چلنے کو کہیں گے تو مجھے دریغ نہ ہو گا۔ ڈ‌ہاڑتے شیروں کے ساتھ آپ مجھے زنجیروں میں باندھ دیجئے گا تو بھی مجھے انکار نہ ہو گا۔ ہاں اگر آپ مجھے کسی تنگ و تاریک قبر میں بند ہو جانے کو بھی کہیں گے جہاں مُردوں کی سوکھی کھڑکھڑاتی

ہڈیاں اور زرد زرد کھوپریاں جن میں آنکھوں کی جگہ خالی حلقے ہونگے کثرت سے پڑی ہوں گی۔ یا اگر آپ کہیں گے کہ کسی تازی قبر میں مُردے کے ساتھ اُس کا کفن اوڑھ کر پڑا رہوں تو بھی مجھے عذر نہ ہوگا۔ ایسی باتیں جنھیں سنکر دہشت سے زار زار رونے لگوں اُن کے کرنے پر بھی بلا خوف و تذبذب تیار رہوں۔ تاکہ اپنے شوہر کی پاکدامن بیوی بن کر جیوں۔

لارنس :- اگر یہی بات ہے اور پکّی ہو تو اپنے گھر جاؤ۔ خوش اور چونچال اپنے تئیں ظاہر کرو۔ کاؤنٹ پارلیس سے شادی پر راضی ہو جاؤ۔ کل پنجشنبہ ہے۔ آج شب کو تم اپنی خوابگاہ میں تنہا رہنا۔ اس کا خیال رہے کہ کوئی اور وہاں نہ ہو۔ اور نہ اپنی دایہ کو اپنے قریب سونے دینا۔ اچھا بس۔ اب یہ شیشی اپنے پاس رکھو۔ جب سونے لیٹو تو جو کچھ اُس میں ہے اُسے پی لینا۔ پیتے ہی جسم کی تمام رگوں اور نسوں میں ایک طرح کی خنکی پیدا ہو کر تم پر غنودگی طاری ہوگی۔ خون کا دوران بند ہو جائے گا۔ جسم پر گرمی یا سانس چلنا معلوم نہ ہوگا۔ اور کوئی علامت بھی ایسی باقی نہ رہیگی جس سے لوگ سمجھیں کہ تم زندہ ہو۔ رخساروں اور لبوں کا یہ گلاب سا رنگ مٹ کر بالکل مٹی کا سا رنگ معلوم ہونے لگے گا۔ پپوٹے آنکھوں پر آجائیں گے۔ حالت بالکل موت کی سی ہو جائے گی۔ گویا کہ دنیا میں اپنے دن پورے کرکے چل بسی ہو۔ اعضا کے جوڑوں میں لوچ اور حرکت کی جگہ سختی اور اکڑا پن پیدا ہو جائے گا۔ بالکل جیسے کہ مردے میں ہوتا ہے۔ اور موت کی اس برائے چندے مشابہت میں تم بیالیس ۴۲ گھنٹے رہوگی۔ اس کے بعد تم اس طرح بیدار ہوگی جیسے کوئی اچھا خواب دیکھ کر جاگے۔ اچھا کل صبح جب پارلیس دولھا بنا تمھیں گرجا لے جانے کو جگانے آئے گا تو تم اپنے بستر پر مردہ پڑی نظر آؤ گی۔ پھر جیسا کہ ملک کا دستور ہے تمھیں نہایت پُرتکلف لباس پہنا کر یونہی کھلا کسی چیز پر ڈال کر اُس گورستان میں لے جائیں گے جہاں کپولٹ کے بزرگ اپنے اپنے تابوتوں میں آسودہ ہیں۔ یہاں تو یہ سب کچھ ہوتا رہے گا۔ اور میں اپنا ایک آدمی رومیو کے پاس اس کے نام کا ایک خط دیکر روانہ کر دوں گا۔ کہ وہ فوراً یہاں آئے۔ پھر میں اور وہ دونوں دیکھنے جائیں گے کہ تم کب بیدار ہوتی ہو۔ جب تم جاگ اُٹھوگی تو رومیو اُسی رات کو تمھیں یہاں سے منتوا لے جائے گا۔ اور اس طرح اس وقت کی بے عزتی سے نجات ملے گی۔ مگر شرط یہی ہے کہ کسی بات کا تذبذب یا عورتوں کا سا خوف تمھاری ہمت کو اس کام میں پست نہ کرے۔

جولیئٹ :- اچھے پادری۔ وہ شیشی آپ مجھے فوراً دیں۔ ابھی دیں۔ اور میرے سامنے تذبذب یا خوف کا نام نہیں۔

پادری :- شیشی موجود ہے۔ اسے لو۔ اور خدا تمھیں تمھارے قصد اور ارادے میں ثابت قدم رکھے۔ اور اس کے ساتھ میں ابھی ایک پادری کو بڑی تیزی کے ساتھ منتوا جانے کو کہتا ہوں۔ اور اُسی کے ہاتھ تمھارے شوہر کو خط بھی بھیجتا ہوں

جولیئٹ :- اے عشق مجھے طاقت دے۔ اور طاقت تو میری مدد کر۔ اے نفیس پاک نہاد اب میں آپ سے رخصت چاہتی ہوں۔

(چلی جاتی ہے)

دوسرا منظر

(کپولٹ کے مکان کا بڑا کمرہ)

(امیر کپولٹ۔ بیگم کپولٹ۔ دایہ اور دو خدمتگار آتے ہیں)

امیر کپولٹ :- (خدمتگار سے) دیکھو۔ جس قدر مہمان اس پرچہ میں لکھے ہیں انھیں تلاش کرکے اس تقریب کی دعوت دو۔

(پہلا خدمتگار چلا جاتا ہے)

اور ہاں تم سنتے ہو بیس اعلیٰ درجہ کے ہشیار باورچی اپنے ساتھ لانا۔

دوسرا خدمتگار :- حضور! باورچی ایک بھی خراب نہ ہوگا سب ایسے لیجیے کہ پکانے میں کھانے چکھتے بھی جائیں اور انگلیاں بھی چاٹتے جائیں۔

کپولٹ :- کھانے چکھنے اور انگلیاں چاٹنے کا حال تمھیں کیسے معلوم ہوا؟

دوسرا خدمتگار :- واللہ، حضور، وہ باورچی کس کام کا جو پکتے کھانے چکھ کر انگلیاں چاٹتا نہ رہ جائے۔ ایسا باورچی جس میں یہ خوبی نہ ہو وہ میرے مطلب کا نہیں۔ اور نہ ایسا آدمی میں لاؤں۔

کپولٹ :- اچھا جاؤ۔

(دوسرا خدمتگار چلا جاتا ہے)

اس مرتبہ تو ہم کچھ بند و بست ہی نہیں کر سکتے۔ کہو بیٹی پادری

لارنس کے پاس گئی ہے نا؟

بیگم کپولٹ:۔ جی ہاں۔ وہیں گئی ہے۔

کپولٹ:۔ ممکن ہے کہ پادری اس کو راہ راست پر لائے

دایہ:۔ وہ دیکھئے۔ بیٹی خوش خوش پادری سے مل کر آرہی ہے۔

کپولٹ:۔ کہو بیٹی۔ کہاں ماری ماری پھرتی ہو؟

جولیٹ:۔ جی۔ وہاں گئی تھی جہاں آپ کی نافرمانی اور آپ کی نصیحتوں کی مخالفت کرکے جو گناہ کمایا تھا اُسے معاف کرالوں۔ اب میں اُس پاک نفس پادری کے کہنے کے مطابق اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھ کر کہتی ہوں کہ میرا قصور معاف کیا جائے اور عرض کرتی ہوں کہ آج سے میں آپ کی تابعدار اور اطاعت گزار بیٹی رہوں گی۔

کپولٹ:۔ کوئی جائے اور نواب پارس کو یہاں بُلا لائے جاؤ اور اُن سے کہو کہ کل صبح ہم اس تقریب عقد سے بالکل فارغ ہو جائیں گے

جولیٹ:۔ میں نے اس خوبرو جوان پارس سے لارنس کے حجرے میں ملاقات کی تھی اور میں نے نہایت معقول طریقے سے پوری شرم و حیا کے ساتھ اپنی محبت اس پر ظاہر کر دی ہے۔

کپولٹ:۔ ہاں میں یہ سنکر بہت خوش ہوا۔ یہ جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا۔ واہ کیا بات ہے۔ جو بات ہونی چاہئے تھی وہی ہوئی۔ اب مجھے نواب پارس سے ملاقات کرنی ضروری ہے۔ ہاں ہاں جاؤ اُنھیں یہیں بُلا لاؤ۔ خدا شاہد ہے یہ نیک اور پارسا پادری تو سارے شہر کے حق میں ایک برکت ہے۔ تمام شہر اس کا احسانمند ہے۔

جولیٹ:۔ دایہ۔ آؤ میرے ساتھ میرے کمرے میں چلو۔ کہ زیوروں میں سے کونسا زیور کل پہننے کو نکالوں؟

بیگم کپولٹ:۔ نہیں پنجشنبہ تک کچھ نہیں ہوگا۔ ابھی تو بہت وقت پڑا ہے۔

کپولٹ:۔ نہیں دایہ تم جولیٹ کے ساتھ جاؤ۔ ہم کل صبح ہی گرجا جائیں گے۔

(دایہ اور جولیٹ چلی جاتی ہیں)

بیگم کپولٹ:۔ شاید پورا سامان نہ ہو سکے۔ اب تو رات ہو چلی۔

کپولٹ:۔ کیا کہتی ہو؟ میں ابھی اُٹھ کر سب کچھ ٹھیک کئے دیتا ہوں۔ بیوی۔ تم مجھے سمجھتی کیا ہو۔ دایہ۔ تم جولیٹ کے پاس جاؤ۔ اُسے بناؤ سنگار کراؤ۔ مجھے تو آج رات کی نیند حرام ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ میں سب کچھ کر لوں گا۔ آج تو مجھے ہی گھر والی بن جانے دو۔ ارے کچھ سُنا تم نے۔ کیا سب ہی چل دیئے۔ تو لو میں خود نواب پارس کے پاس پیدل ہی جاتا ہوں تاکہ کل کے لئے اُسے تیار کردوں آج تو طبیعت بہت ہی سُبک معلوم ہوتی ہے کہ یہ سرکش لڑکی کس طرح راہ راست پر آگئی۔

(چلا جاتا ہے)

تیسرا منظر

(جولیٹ کا کمرہ)

(جولیٹ اور دایہ آتی ہیں)

بیگم کپولٹ:۔ کہو سب اپنے اپنے کام سے لگی ہو؟ میری تو ضرورت نہیں؟

جولیٹ:۔ اماں جان۔ آپ کی ضرورت نہیں۔ ہم نے تو پہننے کی ضروری چیزیں خود ہی نکال لیں۔ بس اب آپ مجھے اکیلا کام کرنے دیجئے۔ اور دایہ بھی آج رات کو آپ ہی کے پاس رہیں گی آپ کو تو ابھی بہت سے کام کرنے کو ہیں۔ یہ بات ہی کچھ ایسی جلدی پیش آئی۔

بیگم کپولٹ:۔ اچھا بیٹی۔ خدا حافظ۔ خدا کو سونپا۔ اب پلنگ پر جاکر آرام کرو۔

(بیگم کپولٹ اور دایہ چلی جاتی ہیں)

جولیٹ:۔ اماں جان۔ خدا حافظ۔ خدا کے سپرد کیا۔ اب کب ملنا ہو۔ اس کا حال تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میری تو رگ رگ میں خوف کی ایک لہر سی دوڑتی جاتی ہے۔ اور میرا خون برف کی طرح ٹھنڈا پڑتا جاتا ہے۔ کیا پھر انھیں پاس بلا لوں کہ دل کو تسکین ہو دایہ! مگر وہ یہاں آکر کیا کرے گی؟ اب تو جو کچھ کرنا ہے مجھ اکیلی کو کرنا ہے۔ اے شیشی آ! اگر یہ دوا کارگر نہ ہوئی تو کل صبح میری شادی ہو جائے گی۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ دوا ایسی نہیں ہے کہ شادی ہونے دے گی۔ خنجر تو یہاں رہ۔

(خنجر کو پاس رکھ لیتی ہے)

اگر اس شیشی میں کوئی زہر ہوا جو پادری نے چالاکی سے مجھے جان سے مارنے کے لئے بھر رکھا ہے۔ کیونکہ کل وہ شادی ہونے والی ہے جس میں اس پادری کی سخت آبروریزی ہوگی۔ وجہ یہ کہ یہی پادری میری شادی پہلے رومیو سے کرچکا ہے۔ ڈرتی ہوں کہ اس شیشی میں کہیں زہر نہ ہو۔ لیکن نہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس پادری کو ہمیشہ نیک اور پارسا سمجھا گیا ہے۔ اچھا جب میں اُسے پیکر مردہ ہوگئی اور اپنے بزرگوں کے پرانے مقبرے میں رکھ دی گئی جہاں تازی ہوا کے پہنچنے کا کوئی رستہ نہیں۔ چاروں طرف سے وہ جگہ بند ہے تو رومیو کے آنے سے پہلے میرا کیسا دم گھٹے گا اس حال میں زندہ رہنا کیسے ممکن ہوگا؟ پھر موت اور رات کے اندھیرے کا خیال اور اس کے ساتھ اس تاریک مقبرے کا خوف جس میں صدہا برس سے میرے بزرگ دفن ہوتے آئے ہیں اُن کی ہڈیاں وہاں موجود ہوں گی۔ اور وہ خونی قاتل تائی بلت اپنی تازی قبر میں کفن میں لپٹا پڑا ہوگا۔ اور لوگ یہ بھی تو کہتے ہیں کہ ان مقبروں میں روحیں ملاقات کرنے آتی ہیں۔ یہ سب کچھ ہوا تو ہائے ڈر کے مارے میرا کیسا بُرا درجہ ہوگا۔ جب میں جاگوں گی تو ہر طرف کیسی سخت بدبو ہوگی۔ اور ہائے کس بلا کی چیخیں وہاں سنوں گی۔ اور جو وہ مردے جن کے اوپر کے دھڑ بطخ کے اور نیچے کے دھڑ آدمی کے سے ہوتے ہیں اپنی اپنی قبروں سے گھسیٹ کر نکالے جائیں گے۔ جن کی چیخوں کو سُن کر لوگ کہتے ہیں کہ آدمی پاگل ہوجاتے ہیں، اگر اس حال میں میں جاگی اور چاروں طرف یہ بلائیں ہوئیں تو ہائے اس وقت میرا کیا حال ہوگا۔ کہیں دیوانی ہوکر اپنے بزرگوں کی ہڈیوں سے نہ کھیلنے لگوں۔ زخمی تائی بلت کو اس کے کفن میں سے گھسیٹ لوں۔ اگر میری ان حرکتوں پر کسی مُردے کو غصہ آیا اور اس نے اپنے کسی دادا پردادا کی ہڈی اُٹھا کر ڈنڈے کی طرح پیٹ کر میرا سر پاش پاش کردیا۔ ہاں دیکھو تو میرے عزیز تائی بلت کی رُوح رومیو کو جس کی تلوار نے اس کا خون کیا تھا کس طرح ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ تائی بلت ٹھیر جا۔ دم لے۔ آگے نہ بڑھ۔ رومیو میں آتی ہوں اور دیکھ تیرا جام صحت نوش کرتی ہوں۔

(جولیٹ دوا پیتی ہے۔ اور پردوں میں اپنے پلنگ پر آتے ہی گر جاتی ہے)

چوتھا منظر

(کپولٹ کے مکان کا بڑا کمرہ)

(بیگم کپولٹ اور دایہ آتی ہیں)

بیگم کپولٹ:۔ دایہ۔ یہ کنجیاں لو۔ اور کوٹھڑی کھول کر گرم مصالحے نکال دو۔

دایہ:۔ بیگم صاحبہ۔ مٹھائیاں جہاں تیار ہو رہی ہیں وہاں کشمش اور کھجوریں مانگ رہے ہیں۔

(امیر کپولٹ آتا ہے)

امیر کپولٹ:۔ واہ واہ۔ شاباش! کام جی لگا کر کیئے جاؤ۔ مرغا دوسری دفعہ بانگ دے چکا ہے۔ اور کرفیو کا گھنٹہ بھی بج چکا ہے۔ رات کے تین بجے ہیں۔ انجلیکہ ذرا اُن کھانوں کا خیال رکھنا، جو تنوروں میں تیار ہو رہے ہیں۔ کھانے سب خوش ذائقہ ہونے چاہئیں۔ لاگت کی پروا نہیں۔

دایہ:۔ سرکار تو آج بڑے کام کاجی بن رہے ہیں۔ خیر سے جاکر سورہیں۔ کہیں خدانخواستہ جاگنے سے کل کو بیمار نہ پڑجائیں

امیر کپولٹ:۔ بیمار پڑنے کی بھی خوب کہی۔ آج سے پہلے اس سے کہیں چھوٹے چھوٹے کاموں میں رات بھر جاگا ہوں اور بیمار نہیں پڑا۔

بیگم کپولٹ:۔ ہاں ایک زمانے میں تم تو بڑے جاگا کرتے تھے کس کس کے پیچھے نہیں پھرے۔ لیکن اب ان کاموں کے لئے تمھیں جاگنے نہ دوں گی۔

(بیگم کپولٹ اور دایہ چلی جاتی ہیں)

کپولٹ:۔ یہ کہو نا کہ پرانا جلاپا ابھی تک نہیں گیا۔

[تین چار نوکر بڑے بڑے ٹوکرے اور لکڑیوں کے بڑے بڑے کُندے اُٹھائے آتے ہیں]

ارے یہ کیا ہے؟

نوکر:۔ حضور۔ یہ سامان باورچیوں کے لئے ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ٹوکروں میں کیا بھرا ہے؟

کپولٹ:۔ خیر کچھ بھی ہو۔ جلدی کرو۔ جلدی۔

(پہلا نوکر چلا جاتا ہے)

ارے میاں لکڑیاں سوکھی لاؤ۔ سوکھی۔ پطرس کو بلا کر پوچھو کہ سوکھی لکڑیاں کہاں رکھی ہیں؟

دوسرا نوکر:۔ سرکار مجھ میں اتنی سمجھ ہے کہ سوکھی لکڑیاں جہاں ہوں اُنھیں ڈھونڈ لاؤں۔ پطرس سے پوچھنے کی ضرورت

نہیں۔

(چلا جاتا ہے)

کپولٹ :- بھئی، بات ٹھیک کہہ گیا۔ بس لکڑی کا کندہ ہی رہے گا۔ ہائیں۔ واللہ۔ یہ تو دن نکل آیا۔ نواب پارِس باجے گاجے کے ساتھ اب آتا ہی ہوگا۔ ایسا ہی اُس نے کل کہا تھا تاشوں کی آواز تو آنے لگی ہے۔

(اندر سے تاشوں کی آواز آتی ہے)

(دایہ پھر آتی ہے)

دایہ جاؤ۔ جولیٹ کو جگاؤ۔ بناؤ سنگار کراؤ۔ میں اتنی دیر نواب پارِس سے گپ شپ کرتا ہوں۔ بس جلدی کرو۔ جلدی۔ نوشہ تو آگیا۔ بس پھرتی سے کام لو۔

(سب چلے جاتے ہیں)

پانچواں منظر

(جولیٹ کا کمرہ)

(دایہ آتی ہے)

دایہ :- بیگم۔ بیگم۔ جولیٹ۔ کیسی بے خبر سو رہی ہو۔ پیاری میری جان اُٹھو۔ اے ہے۔ تم تو بالکل ہی چارپائی کا کھٹمل بن گئیں پیاری۔ سُنتی ہو۔ بیگم بس اب اُٹھ بیٹھو۔ ماں کی جان۔ پیاری دلہن اُٹھو۔ خیر سے جاگو۔ اے ہے۔ تم تو بڑی غافل سو رہی ہو۔ کچھ بھی ہو۔ مجھے تو جگانا ہی پڑے گا۔ دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ دولھا یہیں چلا آئے۔ پھر تم ڈر جاؤ گی۔ کیوں کیسی سچی بات کہی ہے۔

(دایہ مسہری کا پردہ اُٹھاتی ہے)

ہائیں۔ کپڑے پہنے۔ بناؤ سنگار کیا۔ اور پھر سو گئیں۔ مجھے تو تمہیں جگانا ہے۔ بیگم۔ بیگم۔ ارے ہائے ہائے یہ کیا ہوا! نوکرو۔ دوڑو بیگم تو مری پڑی ہیں۔ ہائے میں یہ دیکھنے کو کیوں جیتی رہی؟ ارے کچھ دوا پلاؤ۔ ہائے سرکار۔ ہائے بیگم صاحبہ!

(بیگم کپولٹ آتی ہے)

بیگم کپولٹ :- یہ کیسا غل ہے؟

دایہ :- بُری گھڑی آئی۔

بیگم کپولٹ :- ہوا کیا؟ کچھ مُنہ سے بھی کہو گی؟

دایہ :- دیکھئے۔ دیکھئے۔ ہائے مصیبت کی گھڑی۔

بیگم کپولٹ :- ہائے ہائے میری بچی! میری جان۔ بیٹی آنکھیں تو کھول۔ تو گئی تو میں بھی تیرے ساتھ چلتی ہوں۔ ارے کوئی مدد کرو۔ کسی کو بلاؤ۔ آکر دیکھے تو۔

(امیر کپولٹ آتا ہے)

کپولٹ :- ارے سب کی غیرت مٹ گئی۔ جولیٹ کو یہاں کیوں نہیں لاتے۔

دایہ :- جولیٹ اب کہاں ہیں۔ وہ تو خدا کے گھر پہنچ گئیں۔ قضا کر گئیں۔ مر گئیں۔ ہائے ہائے۔

بیگم کپولٹ :- بُرے دن۔ بُری ساعت آگئی۔ جولیٹ گزر گئی مر گئی۔

کپولٹ :- ذرا میں تو دیکھوں۔ ہائے افسوس! اب اس میں کیا رکھا ہے۔ ٹھنڈی پڑی ہے۔ نبض ساقط ہے۔ بدن کے جوڑ سخت ہو گئے ہیں۔ جان نکلے بھی کچھ دیر ہوئی ہے۔ لب سے لب جدا ہے۔ ہائے موت تو اُسے اس طرح آئی جیسے باغ کے سب سے خوش رنگ پھول کو پالا مار جائے۔

دایہ :- ہاں سرکار۔ اب تو رونے پیٹنے کے دن آگئے۔ اس کے سوا کیا رہا ہے؟

بیگم کپولٹ :- ہائے کیسا بُرا وقت آگیا!

کپولٹ :- ہماری آہ و زاری اور رونے پیٹنے ہی کے لئے تو موت یہاں سے اُسے اُٹھا لے گئی۔ بس اب میری زبان بند ہے۔ میں کچھ نہ کہوں گا۔

(پادری لارنس۔ نواب پارِس مع باجے گاجے کے آتے ہیں)

پادری لارنس :- آؤ۔ کہو دلہن گرجا چلنے کو تیار ہیں؟

کپولٹ :- ہاں جانے کو تیار ہیں مگر پھر گھر واپس نہ آئیں گی۔ میرے فرزند پارِس شادی کی رات کو تیری دلہن کے ساتھ موت ہم بستر ہے۔ دیکھو۔ وہ پڑی ہے۔ وہ پھول تھی مگر موت نے اُسے پھول نہ رہنے دیا۔ اب تم نہیں ملک الموت میرا داماد ہے وہی میرا وارث ہے۔ میری بیٹی کو وہی بیاہ لے گیا۔ اب جو کچھ میرے پاس ہے سب اُسی کے حوالے کر جاؤں گا۔ جینا زندہ رہنا یہ سب موت ہی موت ہے۔ موت ہے۔

پارِس :- آج کی صبح کا مدت سے دل میں انتظار تھا۔ واہ صبح آئی تو کیا دکھایا۔

بیگم کپولٹ :- اے ناشاد و نامراد دن۔ نحس گھڑی جس کے برابر زمانے نے اپنے دَور میں نہ دکھائی ہوگی۔ ہائے۔ یہ تو میری

ایک ہی بچی تھی۔ اور بچی بھی کیسی مسکین و معصوم۔ یہی میرے دل کا چین اور آنکھوں کی روشنی تھی۔ دیکھتے دیکھتے موت کیسا جھپٹا مار کرلے گئی۔

دایہ: ہائے! کیسی بُری گھڑی۔ کیسے رنج و مصیبت کا وقت آگیا۔ ایسا دن تو کبھی دیکھا نہ تھا۔ ہائے ہائے ایسی بُری گھڑی۔ ایسا سیاہ دن کبھی نہ آیا تھا۔

پارلیس: افسوس۔ تقدیر تونے دھوکا دیا مجھے سب سے جدا کردیا۔ میرے ساتھ بے انصافی کی۔ مجھے تونے ستایا اور آخر کار جان سے کھویا۔ اے قابل نفرت موت تونے ہی سحر بھی دغا دی۔ اور اے ظالم و جفا کار موت تونے ہی اُسے بھی غارت کیا۔ اے میری محبوبہ۔ اے میری جان۔ جان نہیں بلکہ موت کے قالب میں میرا عشق ناکام۔

کپولٹ: ہائے۔ پیاری بیٹی جب میں تجھ پر خفا ہوتا تو تُو کیسی سہم جاتی تھی۔ تجھ سے میں بیزار ہوجاتا تھا۔ ہائے تجھے تو تیرے غموں اور صدموں نے شہید کیا۔ اری نحس گھڑی تو نے ہماری خوشی میں یہ کیسی کھنڈت ڈالی۔ ہائے بیٹی۔ بیٹی کیا تو تو میری روح تھی۔ میری جان تھی۔ تو کیا پیاری بیٹی تیرے مٹتے ہی میرا عیش و آرام بھی مٹ گیا۔

پادری لارنس: ہائیں۔ ہائیں۔ آپ کو یہ کیا ہوگیا۔ شرم آنی چاہیئے۔ اس صدمے کا علاج شور و شیون نہیں ہے اس حسین لڑکی کے پیدا کرنے میں خدا کا اور آپ کا دونوں کا حصہ تھا۔ اب خدا نے دونوں کے حصے لے لئے۔ اور یہی بات اس لڑکی کے حق میں اچھی ہوئی۔ جو حصہ آپ کا اس میں تھا اُسے آپ موت سے نہ بچا سکے۔ اور خدا نے اپنے حصہ کو جو اس میں رکھتا تھا ہمیشہ کی زندگی بخشی۔ تم اس کے لئے زیادہ سے زیادہ یہی خواہش کرسکتے تھے کہ اُسے دُنیا میں ترقی ہو۔ تم اس کی اتنی ہی ترقی کو خلد بریں سمجھتے تو کیا اس پر روتے ہو کہ اس کی ترقی بادلوں سے بھی اُونچی بلکہ آسمان سے بھی بلند تر ہوگئی۔ اگر تم اپنی بیٹی کے ساتھ محبت کرنے میں ایسا ہی ناقص طریقہ اختیار کروگے تو دیوانے ہوجاؤگے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ اب وہ بہتر حالت میں ہے۔ شادی اس کی اچھی نہیں ہوتی جو شادی کی حالت میں مدت تک جیئے۔ بلکہ شادی اس کی بہتر ہوتی ہے جو شادی کے بعد جوان مرجائے بس آنسو پونچھو اور اس لاش پر روزمری کے پھول ڈالو۔ اور دستور کے مطابق اُسے پُرتکلف سے پُرتکلف لباس پہنا کر گرجا میں لاؤ۔ گو ہماری فطرت نادان مجبور کرتی ہے کہ ہم سب اس موت پر آہ و زاری کریں لیکن انسانی فطرت کے آنسو عقل کے نزدیک بازیچۂ اطفال ہوتے ہیں۔

کپولٹ: اس خوشی کے موقع پر جو جو سامان تم نے کئے تھے وہ خوشی کی جگہ غمی کا سامان ہوگئے۔ ہمارے باجے تاشے موت کے گھنٹے اور ہماری شادی کی ضیافت غمی کا کھانا ہوگئی۔ اور ہمارے شادی کے ترانے ماتم اور مرثیئے بن گئے۔ وہ پھول جو ہم دلہن پر نچھاور کرتے اب اس کی قبر پر ڈالیں گے۔

(بیگم کپولٹ۔ کپولٹ۔ نواب پارلیس اور پادری چلے جاتے ہیں)

پہلا میوزیکانچی: تو پھر ہم لوگ بھی سازوں پر غلاف چڑھا کر یہاں سے رخصت ہوں

دایہ: ہاں۔ اچھے لوگو۔ تم بھی اپنے ساز بند کرو۔ یہ تو تم بھی دیکھ رہے ہو کہ ہمارے غم کی حالت کیسی واجب الرحم ہے۔

جُزوِ خامس

پہلا منظر

(مقام منتوا۔ وہاں کی ایک گلی)

(رومیو آتا ہے)

رومیو: آج سوتے میں جو کچھ دیکھا ہے۔ اگر اُسے سچ سمجھوں تو میرا خواب کسی مژدۂ امید افزا کی خبر دیتا ہے۔ اور وہ کوئی اچھی خبر عنقریب پیش کرنے والا ہے۔ میرے دل کی ملکہ اپنے تخت پر خوش بیٹھی ہے۔ اور آج میں کچھ ایسی مسرت محسوس کرتا ہوں کہ خوشی کے مارے زمین سے پاؤں اُٹھے جاتے ہیں۔ خواب میں جو کچھ دیکھا وہ یہ ہے کہ میری محبوبہ میرے پاس آئی ہے۔ اور اس نے مجھے مُردہ پایا ہے۔ یہ خواب بھی عجیب تھا کہ ایک مُردے کو خیال کرنے کی قوت بخشی گئی تھی قریب آتے ہی اُس نے میرے ہونٹوں کے بوسے لئے۔ اور مجھ

مردے کو زندہ کر دیا۔ میں جی اُٹھا۔ نہایت خوش اور بشاش ہاسئے۔ عشق کے جب سائے میں یہ لطف وشیرینی ہو تو پھر خود عشق جب دل میں ہو تو اس کی شیرینی اور لطف کا کیا پوچھنا ہے

(بلتھازر آتا ہے)

کہو ویرونہ سے کیا خبر لائے۔ بلتھازر اب وہاں کیا حال ہے؟ کیا پادری لارنس کے پاس سے کوئی خط میرے نام نہیں لائے؟ میری بیگم جولیٹ کا مزاج کیسا ہے؟ میرے والد اچھے ہیں؟ جولیٹ کیسی ہیں؟ یہ میرا دوبارہ سوال کرنا ایسا ہے کہ اگر جولیٹ خیریت سے ہیں تو سب خیریت ہے۔

بلتھازر:۔ اچھا ہی سمجھئے۔ سب خیریت ہے۔ جولیٹ اپنے خاندان کے گورستان میں آرام فرماتی ہیں۔ اور ان کی رُوح آسمان کے فرشتوں میں جا بسی ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے وہ اپنے خاندان والوں کے مقبرے میں رکھی گئی ہیں۔ یہ دیکھتے ہی میں آپ کو اطلاع دینے دوڑا ہوا یہاں آیا ہوں۔ کیونکہ آپ فرما گئے تھے کہ جو کچھ ہو اس کی اطلاع ہمیں دینا۔

رومیو:۔ اگر یہ بات سچ ہے تو اے تقدیر کے ستارے مجھے اب تیری مطلق پروا نہیں۔ بلتھازر تمہیں معلوم ہے جہاں میں ٹھیرا ہوا ہوں۔ ذرا وہاں جاؤ۔ کاغذ قلم دوات مجھے وہاں سے لاؤ اور چند سواری کے گھوڑے جلد کرایہ کرو۔ میں آج ہی رات کو یہاں سے جاؤں گا

بلتھازر:۔ سرکار سے ایک عرض میری ہے۔ وہ یہ کہ حضور صبر سے کام لیں۔ خبر سنتے ہی چہرہ آپ کا سپید پڑ گیا ہے۔ آنکھوں سے وحشت برسنے لگی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت ہی سخت بات پیش آنے والی ہے۔

رومیو:۔ نہیں۔ یہ تمہارا خیال صحیح نہیں ہے۔ جاؤ۔ جو چیزیں میں منگوا رہا ہوں اُنھیں جلد لے کر آؤ۔ کیا پادری نے کوئی خط میرے نام کا نہیں دیا؟ **بلتھازر:۔** سرکار کوئی خط نہیں دیا۔

رومیو:۔ خیر۔ کچھ پروا نہیں۔ تم تو جاؤ اور گھوڑوں کا جلد بندوبست کرو۔ میں تھوڑی دیر میں خود تمہارے پاس آتا ہوں۔

جولیٹ پیاری۔ آج رات کو میں تمہارے پاس رہوں گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ تمہارے پاس پہنچنے کی کیا صورتیں ہیں۔ اے فتنہ و شر۔ تم پاک اور معصوم طبیعتوں کے لئے خرابی کا سامان بہت جلد پیدا کر دیتے ہو۔ کچھ یاد آتا ہے کہ ایک عطار یہاں رہا کرتا تھا کچھ دن ہوئے کہ میں نے اُسے نہایت خستہ حال پھٹے پرانے چیتھڑے لگائے دیکھا تھا۔ آنکھیں حلقوں میں گڑی تھیں۔ اور کسی غور و فکر میں نظریں نیچی کئے کہیں جا رہا تھا۔ محنت اور فاقوں نے ہڈی چمڑا ایک کر دیا تھا۔ آخری مرتبہ جب اس کی دکان دیکھی تھی تو وہاں ایک کچھوا لٹکا تھا۔ اور کھال میں بھُس بھرا ایک مگرمچھ بھی وہاں رکھا تھا۔ اور بہت سی کریہہ منظر کھالیں بھی اِدھر اُدھر پڑی دکھائی دیتی تھیں۔ الماریوں کے خانوں میں بہت پرانے مٹی میں اَٹے قرابے۔ سبز رنگ کے مرتبان اور ملوے آراستہ تھے۔ ڈبوں میں پھپوندی لگے تخم اور بیج بھرے تھے۔ کہیں کہیں تاگوں کی پیچکیں کوئی پوری کوئی ادھوری رکھی تھیں۔ گلاب کی پتیاں جن کی ڈھیریاں جم کر پپڑیاں سی ہو گئی تھیں جا بجا بے قرینے پڑی تھیں۔ بس ساری دکان کی آرائش اور زیبائش کا یہی سامان تھا۔ اس افلاس و تنگدستی کو دیکھ کر میں نے سوچا تھا کہ گو منتوا میں زہر کی خرید و فروخت کی سخت ممانعت ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو اُسے قتل کی سزا ملتی ہے۔ مگر زہر خریدنے کے لئے اس سے بہتر عطار نہ ملے گا۔ اور یہی مفلس و تنگدست ہے جو ضرورت کے وقت میرے ہاتھ زہر بیچ ڈالے گا۔ اس خیال کے آتے ہی میں سمجھا کہ اب میری ضرورت رفع ہو جائے گی۔ جہاں تک یاد آتا ہے اُس کا گھر یہی سامنے ہے۔ آج تعطیل کا دن ہے۔ دکان تو اس کی بند ہو گی۔ گھر ہی پر آواز دوں۔ ارے میاں عطار کہاں ہو؟

(عطار آتا ہے)

عطار:۔ کون اس طرح چیخ رہا ہے؟

رومیو:۔ ذرا ادھر تو آئیے۔ صُورت سے تو آپ بہت ہی مفلس و نادار معلوم ہوتے ہیں۔ یہ چالیس روپے ہیں۔ انھیں لیجئے اور ان کے بدلے تھوڑا سا زہر مجھے دیجئے۔ مگر شرط یہ ہے کہ زہر ایسا تیز ہو کہ حلق سے اُترتے ہی تمام رگوں میں دوڑ جائے۔ اور جان سے بیزار جو شخص اُسے پیئے وہ پیتے ہی وہیں ڈھیر ہو جائے اور جسم سے جان اس طرح نکل جائے کہ جیسے بندوق کی نالی سے گولی باروت کے زور میں نکلتی ہے۔

عطار:۔ ایسے تیز اور مہلک زہر میرے پاس موجود ہیں۔ لیکن یہاں کا قانون بہت سخت ہے۔ جو آدمی زہر بیچتا ہوا پکڑا جاتا ہے اُسے موت کی سزا دی جاتی ہے۔

رومیو:- کیا اتنی تنگدستی اور مصیبت میں بھی موت سے ڈرتے ہو۔ فاقوں سے تمہارے کلّے پچک رہے ہیں۔ تمہاری آنکھوں میں تو ضرورت اور تنگدستی بھی فاقوں مرتی نظر آرہی ہے بلکہ گداگری جس سے انسان نفرت کرتا ہے تمہارے خشک منہ سے ظاہر ہے۔ دُنیا میں کوئی رحمتی کہ قانون تک تمہارا دوست یا پاسدار نہیں۔ اور کوئی قانون ایسا وضع نہیں ہوا کہ وہ تمہیں کسی دن مالدار بنا دے۔ بس تم بھی قانون کی پروا نہ کرو۔ مفلس تو ہو ہی رہے بس یہ روپیہ لے لو۔

عطار:- خوشی اور مرضی سے نہیں۔ صرف افلاس کی وجہ سے میں آپ کی بات منظور کرتا ہوں۔

رومیو:- میں بھی یہ روپیہ تمہارے افلاس کو دیتا ہوں تمہاری مرضی اور خوشی کو نہیں دیتا۔

عطار:- تو پھر لیجیے یہ زہر ہے۔ اسے کسی رقیق چیز میں ملا کر نوش کیجیے گا۔ اگر آپ میں بیس آدمیوں کے برابر بھی طاقت ہوگی تب بھی پلک مارتے یہ زہر آپ کو ختم کر دے گا۔

رومیو:- تو پھر یہ روپیہ بھی حاضر ہے۔ یہ وہ چیز ہے کہ آپ کے ان زہروں سے جنھیں بیچنے کی آپ کو ممانعت ہے کہیں زیادہ فتنہ و شر پیدا کرتی ہے۔ تم نے تو میرے ہاتھ کچھ بھی نہیں بیچا ہے۔ سچ پوچھو تو زہر میں نے تمہارے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ اے زہر آ۔ اور جولیٹ کی قبر تک میرے ساتھ چل وہیں میں تجھے پیوں گا۔

(چلا جاتا ہے)

دوسرا منظر

(پادری لارنس کا حجرہ)

(پادری یوحنا آتا ہے)

یوحنا:- طبقہ فرانسس کے مقدس بھائی برادر لارنس آپ کہاں ہیں؟

(پادری لارنس آتا ہے)

لارنس:- یہ آواز تو برادر یوحنا کی سی معلوم ہوتی ہے۔ آہا۔ منتوا سے آپ کا آنا مبارک ہو۔ کہو برادر۔ رومیو نے کیا کہا میرا خط آپ نے اُسے پہنچا دیا؟ جو کچھ اُس نے کہا ہو بیان کیجیے۔

یوحنا:- پہلے میں اپنے طبقہ کے ایک پادری کی تلاش میں پھرتا رہا۔ یہ پادری ننگے پاؤں رہتا ہے۔ اور جب وہ اس شہر ویرونہ میں تھا تو ہم اور وہ دونوں مل کر بیماروں کی تیمارداری کیا کرتے تھے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ مجھے ایک مکان میں ملا۔ میں اُس کے پاس گیا۔ اتنے میں تلاش والوں نے یہ خیال کر کے کہ ہم ایک ایسے مکان میں ہیں جہاں طاعون زوروں پر ہے اس مکان کے سب دروازے بند کرا دیئے۔ اور ہمیں گھر سے باہر نہ نکلنے دیا۔ اس طرح میں منتوا تک نہیں پہنچ سکا۔

لارنس:- تو پھر میرا خط آپ نے رومیو کو نہیں پہنچایا؟

یوحنا:- نہیں۔ میں آپ کا خط رومیو تک نہیں پہنچا سکا۔ وہ خط موجود ہے۔ اسے واپس لیجیے۔ طاعون کی وجہ سے سب ایسے خوف زدہ ہو رہے تھے کہ کوئی آدمی بھی نہ ملا جس کے ہاتھ میں یہ خط آپ کو اُسی وقت واپس کر دیتا۔

لارنس:- وائے بدقسمتی! طبقہ فرانسس کی قسم وہ معمولی خط نہ تھا۔ اس میں بڑے ضروری اور نازک کام کرنے کو لکھے تھے آپ کی طرف سے اس غفلت کے ہونے میں بڑے بڑے خطروں کے پیش آجانے کا اندیشہ ہے۔ پادری یوحنا آپ یہاں سے جا کر فوراً ایک کدال میرے حجرے میں پہنچوا دیں۔

یوحنا:- اچھا برادر میں ابھی جاتا ہوں اور کدال آپ کے حجرے میں پہنچوائے دیتا ہوں۔

(چلا جاتا ہے)

لارنس:- اب مجھے تنہا مقبرے کی طرف سیدھا جانا چاہیئے کیونکہ اب سے تین گھنٹے کے اندر جولیٹ قبر میں بیدار ہوگی اور مجھ پر خفا ہوگی کہ میں نے رومیو کو کل حالات سے مطلع نہیں کیا۔ رومیو کو منتوا میں بعد کو اطلاع کر دوں گا۔ اور اس درمیان میں جب تک رومیو آئے میں جولیٹ کو اپنے حجرے میں چھپائے رکھوں گا۔ اس وقت تو وہ جیتی جاگتی جان مردہ بنی قبر میں پڑی ہے۔

(چلا جاتا ہے)

تیسرا منظر

(گرجا کا صحن اور وہاں کا ایک مقبرہ جہاں خاندان کپولٹ کے مرنے والے دفن ہوتے ہیں)

[نواب پارس آتا ہے۔ اس کے غلام کے ہاتھ میں گچھے اور پھول ہیں۔ اور ایک مشعل بھی ہے]

پارلیس:- (غلام سے کہتا ہے) لڑکے۔ یہ مشعل مجھے دے اور یہاں سے ہٹ کر دُور کھڑا ہو جا۔ مگر ہاں۔ اس مشعل کو گل کر دے۔ تاکہ مجھے کوئی دیکھ نہ سکے۔ اور تو اس بید مجنوں کے درخت کے نیچے لیٹ جا۔ زمین سے کان لگائے رکھیو۔ گو یہاں کی زمین بہت ناہموار ہے۔ جگہ جگہ قبریں کھدی ہیں۔ کہیں مٹی کے ڈھیر لگے ہیں۔ اگر قبرستان میں کسی کی آہٹ سُنے تو فوراً سیٹی دیجیو۔ تیری سیٹی سن کر سمجھوں گا کہ تو نے کسی کو ادھر آتے دیکھا ہے۔ یہ پھول اور گنٹھے مجھے دے۔ جیسا میں نے کہا ہے اس کے مطابق تیرا عمل رہے۔ اچھا اب جا۔

غلام:- یہ تو قبرستان ہے۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ مگر آقا نے جو کچھ حکم دیا ہے اس کی تعمیل میں کوشش کروں گا

پارلیس:- تازے اور خوش رنگ پھولو۔ میں تمھیں ایک دلہن کی سیج پر ڈالتا ہوں۔ دلہن۔ افسوس اب تجھ پر مٹی اور پتھروں کا سایہ ہے۔ روز رات کو یہاں آ کر خوشبودار مہکتا پانی چھڑکوں گا۔ اگر پانی نہ ملا تو اپنی آہوں کی گرمی سے مقطر تیار کر کے تیرے مزار پر ڈالوں گا۔ میں برابر تیرا ماتم کرتا رہونگا اور روز رات کو تیری قبر پر پھول چڑھانے اور رونے آیا کروں گا۔

(غلام سیٹی دیتا ہے)

معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اِدھر آ رہا ہے۔ غلام نے سیٹی دی ہے۔ وہ کس کے ملعون قدم ہوں گے جن کی آواز رات کے وقت ادھر آتی سنائی دی ہے۔ غرض یہی ہو گی کہ میرے ماتم میں خلل ڈالے۔ اور دیکھو مشعل بھی ہاتھ میں ہے۔ اے رات تو مجھے اپنے اندھیرے میں چھپا لے۔

(چھپ جاتا ہے)

(رومیو اور بلتھازر ہاتھ میں مشعل اور کدال وغیرہ لئے آتے ہیں)

رومیو:- یہ کدال اور سنسی مجھے دو۔ اور یہ خط اپنے پاس رکھو۔ صبح ہوتے ہی یہ خط میرے والد کو دے دینا۔ مشعل مجھے دو۔ اور سمجھ لو کہ میرا یہ حکم ہے کہ اگر کسی کی آہٹ معلوم ہو۔ یا کسی کو ادھر آتے دیکھو تو بالکل چُپ چاپ علیحدہ کھڑے رہنا اور جو کچھ میں کرتا ہوں اس میں مخل نہ ہونا۔ اور اس ٹوہ میں نہ پڑنا کہ میں کیوں اس موت کے گھر میں اُترتا ہوں۔ میں قبر میں اس لئے اترتا ہوں کہ اپنی پیاری جولیٹ کی صورت دیکھ لوں۔ اور اس کی اُنگلی سے ایک انگوٹھی اُتاروں جو بہت ہی قیمتی ہے۔ یہ انگوٹھی میں نے اپنی محبت کی نشانی کے طور پر اُسے دی تھی۔ بس اب تم جاؤ۔ خبردار جو تم نے جھانک کر دیکھنا چاہا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ یا میرا کیا ارادہ ہے۔ اگر تم نے جھانکا تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دیکھتے ہی تمھارے پُرزے کر دوں گا۔ اور تمھارے ٹکڑے اس قبرستان میں جو مردوں کو ہڑپ کرنے کے لئے ہر وقت منہ پھاڑے ہے پراگندہ کر دوں گا۔ یہ وقت ایسا خوفناک اور میرے ارادے اتنے وحشتناک ہیں کہ شیروں کی دھاڑ اور سمندر کے شور سے بھی زیادہ دہشت رکھتے ہیں۔

بلتھازر:- حضور کے حکم کے مطابق میں ابھی یہاں سے جاتا ہوں۔ اور سرکار کو کسی بات میں تکلیف نہ دوں گا۔

رومیو:- اگر ایسا کیا تو تم حق نمک ادا کرو گے۔ اور میں سمجھوں گا کہ واقعی تم میرے خیر خواہ ہو۔ جاؤ۔ زندہ رہو۔ خوش اور آباد رہو۔ تم اچھے اور نیک بخت آدمی تھے۔ خدا حافظ۔

بلتھازر:- جو کچھ بھی ہو میں یہاں چھپ بیٹھتا ہوں۔ آقا کی نظروں سے خوف معلوم ہوتا ہے اور اُن کے قصد اور ارادے کو میں شبہ کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

(چھپ جاتا ہے)

رومیو:- اے نفرت کے قابل شکمِ خاک۔ اور اے موت کے بطن تاریک جس میں میری ایک پیاری اور بہت ہی عزیز مشتِ خاک پڑی ہے دیکھ اس طرح میں تیرا سڑا ہوا دہن کھولتا ہوں۔ اور تیری غذا کے لئے نیا سامان پیش کرتا ہوں۔

(رومیو قبر کھولتا ہے)

پارلیس:- یہ تو وہ غضب کا مارا جلاوطن مونتیگ ہے جس نے میری عروس کے ماموں زاد بھائی کو جان سے مارا تھا۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسی بھائی کے غم میں جولیٹ نے اپنی جانِ شیریں موت کے حوالے کی۔ یہ نابکار یہاں ان مردوں کی توہین سخت بے شرمی اور بے حیائی سے کرنے آیا ہے۔ یہ جلاوطن ہو چکا ہے۔ میں اسے ابھی گرفتار کرتا ہوں۔

(سامنے آتا ہے)

ارے شیطان مردود مونتیگ سزا یافتہ مجرم۔ یہاں کے مُردوں کی توہین اور بے حرمتی اس بے حیائی کے ساتھ نہ کر۔ کیا موت

کے بعد بھی انتقام لیا جاتا ہے؟ ارے موذی بدکار تو سزا یافتہ ہے۔ میں تجھے گرفتار کرتا ہوں۔ بس حکم مان اور ہمارے ساتھ چل۔ اور اب تو اپنے جرم کی سزا میں قتل کیا جائے گا۔

رومیو:۔ قتل ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ اور میں یہاں مرنے ہی کو آیا ہوں۔ لیکن اے شریف نیک دل نوجوان تو ایسے آدمی کو غصہ نہ دلا جو سب سے ہاتھ دھو چکا ہو۔ یہاں سے چلا جا۔ اور مجھے میرے حال پر چھوڑ۔ اُن کو یاد کر جو دنیا سے چل بسے ہیں۔ اور اُنھی کے خیال اور خوف سے یہاں سے چلا جا۔ اے نوجوان میں تجھ سے بصد عاجزی کہتا ہوں کہ ایک گناہ کر چکا ہوں۔ دوسرے گناہ کا مجھے مرتکب نہ ہونے دے۔ بس اپنی راہ لے۔ اور یہاں سے چلا جا۔ خدا کی قسم اپنی ذات سے زیادہ مجھے تجھ سے محبت ہے میں اپنی جان لینے کو یہاں شمشیر بکف آیا ہوں۔ بس یہاں نہ ٹھہر چلا جا۔ زندہ رہ۔ اور آئندہ کہا کیجیو کہ ایک دیوانے دشمن نے تجھ سے یہاں سے بھاگنے کو کہا تھا۔

پارلیس:۔ مجھے تیری ان باتوں کی مطلق پروا نہیں۔ میں تجھے ایک مجرم سمجھ کر گرفتار کرتا ہوں۔

رومیو:۔ تو کیا مجھے طیش دلاتا ہے۔ یہی ہے تو پھر آ۔

(دونوں لڑتے ہیں)

غلام:۔ خدایا۔ یہ دونوں لڑتے ہیں۔ میں تو بھاگ کے پاسبانوں کو بلانے جاتا ہوں۔

پارلیس:۔ ارے میں مرا۔

(گر جاتا ہے)

اگر تجھ میں کچھ بھی رحم ہے تو اس قبر کو کھول کر میری لاش جولیٹ کے پاس رکھ دینا۔

(پارلیس مر جاتا ہے)

رومیو:۔ ہاں ضرور ایسا ہی کروں گا۔ پہلے تیری صورت تو دیکھ لوں کہ تو ہے کون۔ ارے یہ تو مرکیشو کا عزیز پارلیس ہے۔ جب منتوا سے میں اور بلتھازر گھوڑوں پر سوار ادھر آرہے تھے تو بلتھازر نے کچھ ذکر کیا تھا۔ مجھے اپنی پریشانی میں کچھ ہوش نہ تھا۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے بلتھازر نے یہ کہا تھا کہ پارلیس جولیٹ سے شادی کرنے والا تھا۔ یا تو اُس نے کہا تھا یا محض میرا خواب و خیال ہے۔ جولیٹ کا نام سنتے ہی میں دیوانہ سا ہو گیا تھا۔ اگر یہ بات سچ ہے تو ہاتھ دے

پھر تو تیرا نام بھی بدقسمتی کی کتاب میں میرے نام کے ساتھ لکھا جائے گا۔ میں تجھے ایک عالی شان قبر میں رکھوں گا۔ قبر نہیں۔ یہ نور کی ایک شمع ہے۔ اے نوجوان مقتول دیکھ یہاں جولیٹ آسودہ ہے جس نے اپنے حسن اور حسین حضوری سے اس تاریک گنبد کو بقعۂ نور بنا رکھا ہے۔ بس اے مردے جیسے ایک مردے نے اُٹھا کر یہاں رکھا ہے تو یہیں پڑا رہ

(رومیو پارلیس کی لاش کو جولیٹ کی قبر میں رکھتا ہے)

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی مرنے کو ہوتا ہے تو مرنے سے پہلے وہ بہت خوش نظر آتا ہے۔ اس خوشی کو چراغ گل ہونے سے پہلے لَو کا بڑھنا کہتے ہیں۔ لیکن میرے لئے تو چراغ کی لَو کا بڑھنا جو اوروں کے لئے موت سے پہلے ہوا کرتا ہے ممکن نہیں۔ اے میری محبوبہ، میری جان۔ میری بیوی موت نے تیرے سانس کی شیرینی چوس لی۔ لیکن موت کا تیرے حسن پر کچھ بس نہ چلا۔ موت نے تجھ پر غلبہ نہ پایا جس نے اپنا نشان لبوں اور رخساروں کی سُرخی پر بلند کر رکھا ہے موت کی زردی کا پرچم تجھ پر نہیں اُڑا۔ تائی بلت تو اپنے خونی کفن میں لپٹا پڑا رہ۔ اس سے بہتر سلوک میں تیرے ساتھ کیا کر سکتا ہوں کہ جس ہاتھ سے جوانی میں میں نے تجھے قتل کیا تھا اُسی ہاتھ سے تیرے دشمن کو ہلاک کروں۔ تائی بلت جولیٹ کے عمزاد میرا قصور معاف کر دے۔ جولیٹ تم اب تک اتنی حسین کیوں ہو؟ کیا میں یہ سمجھوں کہ موت کو بھی تم سے عشق ہے۔ اور موت کے ہیبت ناک فرشتے نے تجھے اپنی معشوقہ بنا کر اس تاریک مکان میں رکھ چھوڑا ہے۔ اس خیال سے کہ تو اس سے ڈرے نہیں میں اب تیرے ہی پاس رہوں گا۔ اور اس اندھیری کوٹھڑی میں اب تجھ سے جدا نہ ہونگا اور یہی قبر جہاں کے کیڑے مکوڑے تیرے مشیر و ندیم ہیں، میرے ہمیشہ کے قیام کی جگہ ہو گی۔ اور اے تقدیر کے نحس ستارو میں تمھارا بھاری جوا اپنے زخمی کندھوں سے اُتار پھینکوں گا۔ آنکھو، آخری نظارا کر لو۔ بازوؤ، آخری مرتبہ گلے لگا لو۔ اور اے لبو جو تنفس کا دروازہ ہو ایک بوسے سے موت کے اس عہد نامے پر ایک مدت لامتناہی کے کے لئے اپنا اقرار لکھ دو۔ وہی موت جو سب کو آنے والی ہے۔ اے تلخ اور بدذائقہ زہر آ۔ اور اے ناخدا تو اپنی ٹوٹی

کشتی کو چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش کر دے۔ پیاری جولیت دیکھ۔ یہ تیرا جام صحت پیتا ہوں۔

(رومیو زہر پیتا ہے)

ارے واہ قول کے سچے عطار۔ تیری دوا تو بڑی سریع الاثر نکلی۔

(جولیت کا بوسہ لیکر)

میں تو مرتا ہوں۔

(رومیو مرجاتا ہے)

(قبرستان کے دوسری طرف پادری لارنس کدال بیلچہ اور ہاتھ میں قندیل لئے آتا ہے)

پادری لارنس:۔ خدایا میری مدد کر۔ آج رات کوان قبروں میں کیسی ٹھوکریں کھانی پڑی ہیں۔ یہ کون ہے؟

بلتھازر:۔ آپ کا دوست ہوں اور آپ سے خوب واقف ہوں۔

پادری لارنس:۔ خدا تمھیں نیکی دے۔ دوست ذرا یہ تو بتاؤ کہ وہ مشعل کس کی ہے جو اس گورستان میں مُردوں کی کھوپریوں پر جن میں دیدے نہیں ہیں اپنی دھندلی سی روشنی ڈال رہی ہے۔ جہاں تک مجھے سوجھتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کپولٹ کے مقبرے میں یہ روشنی ہے۔

بلتھازر:۔ درست ہے۔ یہ روشنی وہیں ہے۔ اور وہیں میرا آقا بھی ہے جس سے آپ کو دلی تعلق ہے۔

پادری لارنس:۔ تمھارا آقا کون ہے؟

بلتھازر:۔ رومیو۔

پادری لارنس:۔ بلتھازر۔ ذرا وہاں تک میرے ساتھ چلو۔

بلتھازر:۔ جناب عالی۔ میں آپ کے ساتھ وہاں تک نہیں جا سکتا۔ آقا تو اپنے دل میں سمجھ رہا ہے کہ میں اپنے گھر چلا گیا ہوں گا۔ اُس نے سخت تاکید کر دی تھی کہ میں اس کا کوئی کام نہ دیکھوں۔ جدھر وہ ہو اُدھر جھانکوں تک نہیں۔

پادری لارنس:۔ اچھا تم یہیں رہو۔ میں اکیلا ہی جاتا ہوں۔ مجھے خوف ہے اور بہت خوف ہے کہ خدا جانے کیا ناشدنی بات پیش آئے۔

بلتھازر:۔ جب میں یہاں درخت کے نیچے کچھ جاگتا کچھ سوتا پڑا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرا آقا کسی دوسرے آدمی سے لڑ رہا ہے۔ اور آقا نے اس دوسرے آدمی کو مار ڈالا ہے۔

پادری لارنس:۔ (آگے بڑھتا ہے) رومیو۔ ہائیں۔ یہ خون کیسا ہے جو مقبرے کے سنگین دروازے کے سامنے پڑا ہے۔ ان خون آلودہ تلواروں سے کیا مطلب ہے جن کا کوئی مالک نظر نہیں آتا۔ اور ایسے سکون اور امن کی جگہ کس نے انھیں خون میں رنگا ہے؟

(پادری مقبرے میں جاتا ہے)

رومیو۔ ارے تیرے چہرے پر یہ زردی کیسی کھنڈی ہے۔ یہ دوسرا کون پڑا ہے؟ ارے، کیا یہ پارس ہے! یہ بھی کیسا خون میں نہایا نظر آرہا ہے۔ خدایا کیسی نامبارک ساعت تھی جو اس کشت و خون کا باعث ہو کر اس روح فرسا وقوعے کو پیش نظر کرتی ہے۔

(جولیت بیدار ہوتی ہے)

جولیت:۔ اے تسلی و تسکین دینے والے پادری بتائیے میرا شوہر کہاں ہے؟ مجھے خوب یاد تھا کہ میں کہاں جاگوں گی اور وہیں میں اپنے کو پاتی ہوں۔ بتائیے میرا رومیو کہاں ہے

(اندر سے آواز آتی ہے)

پادری لارنس:۔ کسی کی آواز سنائی دے رہی ہے جولیت اس خلاف قدرت نیند، موت اور وبا کے خوفناک آشیانے سے باہر نکل آ۔ اس سب سے بالا اور برتر قوت نے جس کا مقابلہ غیر ممکن ہے ہماری کل تدبیریں الٹی کر دی ہیں اُٹھ اور جلد یہاں سے نکل چل۔ تیرا شوہر تیرے پہلو میں مردہ پڑا ہے۔ اور پارس بھی مارا گیا ہے۔ اُٹھ۔ بس چل۔ میں تجھے راہبات کے کسی دیر میں داخل کرا دوں گا۔ بات کرنے کا اب وقت نہیں ہے۔ پاسباں آرہے ہیں۔ آ۔ بس چل۔ میرے ساتھ چل۔

(ایک شور سنائی دیتا ہے)

میں اب زیادہ نہیں ٹھیر سکتا۔

جولیت:۔ آپ جائیں۔ میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی

(پادری چلا جاتا ہے)

ہائے، یہ اور کیا چیز ہے؟ یہ پیالہ کیسا میرے محبوب کے ہاتھ میں ہے؟ یہ زہر ہے! اچھا میں سمجھی۔ اسی سے تو نے

اپنا کام تمام کیا ہے۔ مگر ظالم سب ہی پی گیا۔ میرے لئے ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا کہ میں بھی تیرا ساتھ دیتی۔ تیرے لبوں کا بوسہ لیتی ہوں۔ شاید ان میں کچھ زہر لگا ہو کہ بوسہ لیتے ہی مرجاؤں۔

پہلا پاسباں :- ہاں لڑکے بتا کدھر جائیں ؟

جولیٹ :- ارے یہ تو آوازیں آنے لگیں۔ مجھے جلدی کرنی چاہیئے۔ ارے واہ رے خوش نصیب خنجر۔

(رومیو کی کمر سے خنجر نکال لیتی ہے)

تیرا غلاف تو اب میرا سینہ ہے۔

(خنجر اپنے سینہ میں بھونک لیتی ہے)

خنجر یہاں رہ اور مجھے مرنے دے۔

(رومیو کی لاش پر گرتی ہے اور مرجاتی ہے)

(پاسباں اندر آتا ہے۔ اسکے ہمراہ پاریس کا غلام ہے)

غلام :- یہی وہ مقام ہے جہاں مشعل ابھی تک زمین پر پڑی جل رہی ہے۔

پہلا پاسباں :- زمین پر خون ہے۔ گرجا کے احاطے میں تلاش کرو۔ جو کوئی ملے اُسے فوراً گرفتار کرلینا ضروری ہے۔ کیسا افسوسناک منظر ہے ! کاؤنٹ پاریس مارا گیا ہے۔ اور جولیٹ سے ابھی خون بہہ رہا ہے گو اُسے دفن کئے دو دن گذر چکے ہیں۔ مگر خون سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جان دی ہے۔ جاؤ۔ بادشاہ سلامت سے کل حالات عرض کرو۔ کپولٹ کے لوگوں کو خبر کرو۔ مونٹیگ کے لوگوں کو جگاؤ۔ یہ خون کی وارداتیں ہم دیکھتے ضرور ہیں۔ مگر ان کی وجہ کہ وہ کیوں پیش آئیں، ہم کچھ نہیں بتا سکتے۔

(چند پاسباں بلتھازر کو لئے آتے ہیں)

دوسرا پاسباں :- لیجئے یہ رومیو کا ملازم ہے۔ ہم نے اُسے گرجا کے صحن میں کھڑا دیکھا تھا۔

پہلا پاسباں :- اسے حراست میں رکھو۔ جب تک کہ بادشاہ سلامت کی سواری آئے۔

دوسرا پاسباں :- اور لیجئے۔ یہ ایک پادری ہیں جو سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ کبھی ٹھنڈے ٹھنڈے سانس لیتے ہیں۔ کبھی روتے ہیں۔ یہ کدال، بیلچہ اور پھاوڑا ابھی ہم نے اُن سے برآمد کیا ہے۔ گرجا کے احاطے میں وہ جارہے تھے کہ یہ چیزیں اُن سے دستیاب ہوئیں۔

پہلا پاسباں :- آدمی بہت مشتبہ معلوم ہوتا ہے اُسے روکے رکھو۔

(بادشاہ ویرونہ مع اہالی موالی کے آتا ہے)

بادشاہ - ارے یہ صبح ہی صبح کیسا شور ہے۔ ہماری تو نیند اُس نے حرام کردی۔

(امیر کپولٹ بیگم کپولٹ اور اور لوگ آتے ہیں)

امیر کپولٹ :- یہ کیا بات ہے کہ لوگ اِدھر اُدھر غل مچاتے پھرتے ہیں۔

بیگم کپولٹ :- ہاں گلیوں میں کوئی رومیو پکارتا ہے۔ کوئی جولیٹ کا نام لیتا ہے۔ کوئی پاریس پاریس کہہ کر چلاتا ہے۔ سب اِدھر کے اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ اور صبح ہی صبح ہمارے خاندان والوں کے مقبرے کی طرف جاتے دکھائی دیتے ہیں

بادشاہ :- وہ کونسی خوفناک واردات ہے جس نے ہمارے کانوں کو حیرت زدہ کیا ہے ؟

پہلا پاسباں :- جہاں پناہ ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں نواب پاریس قتل ہوئے پڑے ہیں۔ رومیو بھی مرا پڑا ہے۔ اور جولیٹ جو پہلے مرچکی تھی ابھی تک اس کا جسم گرم ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جان دی ہے۔

بادشاہ :- ڈھونڈو، تحقیق کرو، اور معلوم کرکے بتاؤ کہ یہ خون کیسے ہوا ؟

پہلا پاسباں :- حضور، یہ ایک پادری ہے۔ اور یہ شخص مقتول رومیو کا ملازم ہے اور ان کے پاس سے قبریں کھولنے کے آلات برآمد ہوئے ہیں۔

کپولٹ :- بیوی ذرا دیکھو تو ہماری بیٹی کے سینے سے خون ابھی تک جاری ہے۔ اور یہ خنجر بھی اُس کا نہیں ہے خنجر کا خالی نیام مونٹیگ کی کمر میں لگا ہے۔ اور خنجر ہماری بیٹی کے سینے میں چھپا ہے۔

بیگم کپولٹ :- ہائے۔ ہائے۔ موت کا یہ منظر تو وہ جرس ہے جو اس بڑھاپے میں ہمیں آخری منزل تک بلانے کے لئے فریاد کررہا ہے۔

(امیر مونٹیگ اور اور لوگ آتے ہیں)

بادشاہ :- مونٹیگ۔ تم بہت سویرے جاگے کہ اپنے فرزند اور وارث کو سوتا دیکھو۔

مونٹیگ :- عالی جاہ! افسوس ہے کہ میری بیوی کا آج شب کو انتقال ہوگیا۔ اپنے فرزند کی جلا وطنی اس کے لئے ایسا صدمہ تھی کہ اس سے جانبر نہ ہو سکی۔ اور رومیو کی موت کا مجھ اکیلے کو داغ اُٹھانا پڑا۔

بادشاہ :- دیکھو اور عبرت پکڑو۔

مونٹیگ :- ارے نادان۔ ناسمجھ لخت جگر۔ یہ کیا حرکت تھی کہ باپ سے پہلے تو قبر میں چلا گیا۔

بادشاہ :- تھوڑی دیر کے لئے سب رونا پیٹنا بند کریں جب تک کہ کل مشتبہ باتیں دریافت نہ ہو جائیں اور ان کا اصلی سبب اور صحیح وجہ تحقیق نہ کر لی جائے۔ سب خاموش رہیں۔ اور پھر میں تمھارے اس رنج اور صدمے کا شاہد ہو کر تمھارے لئے انتقام کا بندوبست کروں۔ اس وقت تک سب لوگ صبر سے کل واقعات سُنیں۔ اور ان اتفاقیہ اموات کی کیفیت صبر و سکون کے ساتھ سنی جائے۔ جن لوگوں پر شبہ ہے وہ حاضر کئے جائیں۔

پادری لارنس :- میں جسمانی طور پر اس قسم کے جرائم سے معذور ہوں۔ مگر سب سے زیادہ شبہ مجھی پر گذرتا ہے کیونکہ وقت اور موقع سب میرے خلاف اس خون میں شہادت دے رہے ہیں۔ اور میں یہاں دوسروں کو الزام دینے اور اپنی خطا کی صفائی کے لئے حاضر ہوں۔ میں خود اپنے قصور کا اقبال کرتا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ اپنے کو قابل معافی بھی سمجھتا ہوں۔

بادشاہ :- پھر تو جو کچھ تمھیں اس معاملے میں معلوم ہو وہ بیان کرو۔

پادری لارنس :- اس مقدمے میں جو کچھ عرض کروں گا وہ بہت مختصر ہوگا۔ کیونکہ میری عمر اتنی دراز نہیں ہے جس قدر کہ یہ قصہ دراز ہے۔ رومیو جو یہاں مرا پڑا ہے جولیئٹ کا شوہر ہے جو وہاں مری پڑی ہے۔ جولیئٹ رومیو کی بڑی وفادار بیوی تھی۔ ان دونوں کی شادی کی رسمیں میں نے پوری کی تھیں۔ جس دن ان دونوں کی خفیہ شادی ہوئی وہی دن تائی بلت کے قتل کا تھا۔ تائی بلت کی بے وقت موت نے جولیئٹ کے شوہر کو جلاوطن کرادیا۔ جولیئٹ تائی بلت کے لئے نہیں۔ بلکہ رومیو کے لئے غمزدہ رہا کرتی تھی۔ امیر کپولٹ بیٹی کے اس غم کو دور کرنے کی فکر میں ہوئے۔ کہ کسی طرح کاؤنٹ پارس سے بیٹی کی شادی جلد سے جلد کرادیں۔ اس پر جولیئٹ نہایت وحشت زدہ صورت بنا کر میرے پاس آئی۔ اور کہا کہ کوئی تدبیر بتائیے کہ اس دوسری شادی سے کسی طرح نجات ہو۔ ورنہ میں آپ ہی کے حجرے میں اپنا خون کر دوں گی۔ تب میں نے اُسے وہ چیز دی جو اپنے فن کے مطابق میں نے تیار کی تھی۔ وہ ایک خواب آور دوا تھی جس نے جولیئٹ پر وہی اثر کیا جو میں نے چاہا تھا۔ اس دوا نے اُسے مردہ بنا دیا۔ اس اثنا میں میں نے رومیو کو اس مضمون کا خط لکھا کہ دوا کا عمل بند ہوتے ہی وہ اپنی بیوی کو اس کی قبر سے نکال کر لے جائے۔ لیکن پادری یوحنا جو میرا خط لے کر رومیو کے پاس جا رہا تھا اتفاقیہ راستے میں رک گیا۔ اور کل شب کو اُس نے وہ خط بند کا بند مجھے واپس کر دیا۔ تب میں اس خیال سے کہ جولیئٹ خواب سے بیدار ہونے والی ہو گی تن تنہا اس کے تابوت سے جو اس کے بزرگوں کے مقبرے میں رکھا تھا اُسے نکالنے چلا۔ سوچا یہ تھا کہ اس کو خفیہ طور پر اپنے حجرے میں رکھ کر موقع سے رومیو کو اطلاع دوں گا۔ لیکن جب میں یہاں جولیئٹ کی بیداری سے چند منٹ پہلے آیا تو دیکھا کہ کاؤنٹ پارس اور رومیو دونوں قبل از وقت مرے پڑے ہیں۔ جولیئٹ بیدار ہوئی۔ میں نے اس سے بہت کہا کہ خدا کو یونہی منظور تھا۔ صبر کرو۔ لیکن جب میں سمجھا رہا تھا تو میں نے ایک شور سُنا۔ اور میں ڈر کے مارے مقبرے سے باہر نکل آیا جولیئٹ کی حالت غیر ہو چکی تھی۔ وہ میرے ساتھ نہیں آئی۔ اور جیسا کہ ظاہر ہے اُس نے اپنی جان خود لی۔ بس یہی وہ واقعات ہیں جو میرے علم میں تھے۔ شادی کی گواہ جولیئٹ کی دایہ ہے اگر اس میں میرا کچھ بھی قصور معلوم ہو تو یہ جان حاضر ہے۔ اور اسے اُس کے وقت سے کچھ پہلے لے لیا جائے۔ اور قانون کی پابندی سختی سے کی جائے۔

بادشاہ :- نہیں پادری ہم تمھیں پاک نفس اور ایماندار سمجھتے ہیں۔ اچھا رومیو کا آدمی کہاں ہے؟ اس مقدمے میں اُسے کیا کہنا ہے؟

بلتھازر:- میں جولیئٹ کے مرنے کی خبر لے کر اپنے آقا کے پاس گیا۔ خبر سنتے ہی وہ جلد گھوڑے پر سوار ہو کر منتوا سے یہاں اس مقبرے پر آیا۔ اور یہ خط وہ ہے جو اُس نے مجھے دیا تھا کہ اس کے والد کو پہنچا دوں اور اس نے مجھ سے کہا کہ اگر میں مقبرے کے اندر گیا تو جان سے مار ڈالوں گا۔ میں نے اُسے وہیں چھوڑا۔ لیکن میں خود گرجا کے احاطے سے باہر نہیں گیا۔

بادشاہ:- وہ خط ہمیں دو۔ ہم اُسے دیکھنا چاہتے ہیں اچھا اب کاؤنٹ پارلیس کا غلام کہاں ہے۔ جو پاسبانوں کو خبر کر کے انھیں یہاں بلا لایا تھا۔ غلام بتاؤ تمہارا آقا یہاں کس غرض سے آیا تھا۔

غلام:- وہ اپنی خاتون کی قبر پر پھول چڑھانے آیا تھا۔ اور مجھ سے کہا تھا کہ میں دور کھڑا رہوں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی ہاتھ میں مشعل لئے قبر کھولنے آ رہا ہے۔ پھر تھوڑی دیر میں آقا نے اس آدمی پر تلوار چلائی۔ اتنا دیکھتے ہی میں بھاگا کہ پاسبانوں کو خبر کروں۔ اور انھیں یہاں بلا لاؤں۔

بادشاہ:- یہ خط ہم نے پڑھا۔ اس سے پادری کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس میں رومیو جولیئٹ کے عشق اور جولیئٹ کے مرنے کی خبر پہنچنے کا حال بیان ہے۔ اور یہ بھی تحریر ہے کہ ایک مفلس عطار سے اُس نے زہر خریدا۔ اور وہ اس زہر کو لئے اس مقبرے میں جولیئٹ کے پہلو میں مرنے کو آیا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ پرانے دشمن کپولٹ اور مونٹیگ کہاں ہیں۔ اب وہ دیکھیں کہ اُن کی پرانی دشمنی پر خدا کا کیسا غضب نازل ہوا۔ اور اس عداوت کی سزا میں کیسا تازیانہ لگا۔ آسمان کو وہ ذرائع مل گئے کہ ان میں جن پر تمھاری تمام خوشیوں کا حصر تھا عشق و محبت پیدا کرا کے اُنھیں جان سے مار ڈالے۔ اور افسوس تمھاری اس عداوت کی وجہ سے ہمارے دو عزیزوں کی بھی جان گئی۔ یہ سب تمھاری دشمنی کی سزا ہے۔

کپولٹ:- بھائی مونٹیگ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاؤ اور اس وقت کا ہاتھ ملانا وہ دھن دولت ہے جو تم اپنی بہو کو دیتے۔ اس سے زیادہ میں تم سے کچھ طلب نہیں کرتا۔

مونٹیگ:- مگر میں اس سے بھی زیادہ تمھیں پیش کروں گا۔ خالص سونے کا ایک بُت جولیئٹ کا ویرونہ کے شہر میں نصب کراؤں گا۔ تاکہ جب تک ویرونہ کا نام قائم ہے اس وقت تک جولیئٹ جیسی حسین اور وفادار بیوی کی مورت کہیں دوسری جگہ نظر نہ آئے۔

کپولٹ:- اور ایسا ہی شاندار مجسمہ میں رومیو کا تیار کراؤں گا جو اپنی بیوی کے پہلو میں مرا پڑا ہے۔ اور یہ دونوں ہماری عداوت کی تسکین قربانیاں ہوں گے۔

بادشاہ:- آج کی صبح غم کے ساتھ سکون اور امن اپنے ساتھ لائی ہے۔ اس صدمے اور رنج میں آفتاب آج اپنا چہرہ نہیں دکھائے گا۔ بس اب سب اپنے اپنے گھر جائیں اور وہاں بیٹھ کر ان غموں کا ذکر کریں۔ کسی کو معافی دی جائے گی۔ کسی کو سزا۔ کیونکہ رنج و غم کی کوئی داستان رومیو جولیئٹ کے قصے سے بڑھ کر نہیں ہے۔

محمد عنایت اللہ

شہرۂ آفاق تمثیل نگار شیکسپیر کے دو ڈرامے

مُترجمہ مولانا عنایت اللہ دہلوی؁

ہیملٹ

دُنیائے ادب کا سب سے مشہور ڈرامہ جو دُنیا کی ہر بڑی زبان میں ترجمہ کیا جا چکا ہے؁ قیمت صرف ایک روپیہ

انطونی اور کلا بطرہ

تاریخ عالم کی خونی داستانِ عشق۔ کلا بطرہ کا کیرکٹر شیکسپیر نے کس طرح پیش کیا ہے؁ قیمت صرف ایک روپیہ؁

ملنے کا پتہ:- ساقی بُک ڈپو۔ دہلی؁

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD

پیرانِ سالوس

اے شیخ ریاکار! یہ کیا آفت ہے
تو اور یہ کردار، یہ کیا آفت ہے
دل میں کچھ اور زباں پر کچھ اور
اے مردکِ عیار! یہ کیا آفت ہے

یارو! ہمیں جب پیتے ہوئے پاتے ہو
انصاف کی حد سے کیوں گزر جاتے ہو
ہم پیتے ہیں تو کبھی کبھی پیتے ہیں
تم کھاتے ہو اور رات دن کھاتے ہو

یارو! ہٹ دھرمیوں کی رو میں نہ بہو
پیارو! یہ کہاں کی منصفی ہے، یہ کہو
ہم آبِ حلال پی کے بھی بد ٹھیریں
تم نانِ حرام کھا کے بھی نیک رہو

یہ جتنے شیوخ شہر کہلاتے ہیں
اور شکل سے متقی نظر آتے ہیں
گو آبِ حرام کھُل کے پی سکتے نہیں
پر نانِ حرام بے دھڑک کھاتے ہیں

دن رات شیوخ بے خطر کھاتے ہیں
پیتے کم ہیں، زیادہ تر کھاتے ہیں
پیتے ہیں تو سہم سہم کر پیتے ہیں
کھاتے ہیں تو لوٹ لوٹ کر کھاتے ہیں

اے شیخ طمع شعار! اے خائنِ دیں
اے غاصبِ مالِ ہر یتیم و مسکیں
ہر لوٹ کھسوٹ ٹھیک ہے اسکو نہ بھول
اللہ کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں

اے شیخ! یہ خبطِ کسبِ زر تا بہ کُجا
کمبخت! اِن ڈکیتیوں سے باز آ
اللہ کے انتقام کو سہل نہ جان
اللہ کا انتقام ہے سب سے کڑا

ہر مالِ حرام کی طلب جائز ہے
ہر کارِ گُناہ روز و شب جائز ہے
اے مدعیانِ اتقا! یہ تو بتاؤ
کیا پردۂ اتقا میں سب جائز ہے

حکیم آزاد انصاری